مادی دنیا

اور آخرت

Shaykh Pod BOOKS

Shaykh Pod URDU

مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے

مادی دنیا اور آخرت

شیخ پوڈ کتب

شیخ پوڈ کتب، 2024 کے ذریعہ شائع کیا گیا۔

اگرچہ اس کتاب کی تیاری میں تمام احتیاط برتی گئی ہے، ناشر غلطیوں یا کوتاہی یا یہاں موجود معلومات کے استعمال کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔

مادی دنیا اور آخرت

دوسرا ایڈیشن۔ 22 مارچ 2024۔

کاپی رائٹ © 2024 شیخ پوڈ کتب۔

شیخ پوڈ کتب کے ذریعہ تحریر کردہ۔

فہرست کا خانہ

فہرست کا خانہ

اعترافات

مرتب کرنے والے کے نوٹس

تعارف

مادی دنیا اور آخرت

مادی دنیا - 1

مادی دنیا - 2

مادی دنیا - 3

مادی دنیا - 4

مادی دنیا - 5

مادی دنیا - 6

مادی دنیا - 7

مادی دنیا - 8

مادی دنیا - 9

مادی دنیا - 10

مادی دنیا - 11

مادی دنیا - 12

مادی دنیا - 13

مادی دنیا - 14

مادی دنیا - 15

مادی دنیا - 16

مادی دنیا - 17

مادی دنیا - 18

مادی دنیا - 19

مادی دنیا - 20

مادی دنیا - 21

مادی دنیا - 22

مادی دنیا - 23

مادی دنیا - 24

مادی دنیا - 25

مادی دنیا - 26

مادی دنیا - 27

مادی دنیا - 28

مادی دنیا - 29

مادی دنیا - 30

مادی دنیا - 31

مادی دنیا - 32

مادی دنیا - 33

مادی دنیا - 34

مادی دنیا - 35

مادی دنیا - 36

مادی دنیا - 37

مادی دنیا - 38

مادی دنیا - 39

مادی دنیا - 40

[مادی دنیا - 41]

[مادی دنیا - 42]

[مادی دنیا - 43]

[مادی دنیا - 44]

[مادی دنیا - 45]

[مادی دنیا - 46]

[آخرت - 1]

[آخرت - 2]

[آخرت - 3]

[آخرت - 4]

[آخرت - 5]

[آخرت - 6]

[آخرت - 7]

[آخرت - 8]

[آخرت - 9]

[آخرت - 10]

[آخرت - 11]

[آخرت - 12]

[آخرت - 13]

[آخرت - 14]

[آخرت - 15]

[آخرت - 16]

[آخرت - 17]

[آخرت - 18]

آخرت - 19

آخرت - 20

آخرت - 21

آخرت - 22

آخرت - 23

آخرت - 24

آخرت - 25

آخرت - 26

آخرت - 27

آخرت - 28

آخرت - 29

اچھے کردار پر 400 سے زیادہ مفت ای بکس

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

اعترافات

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، جس نے ہمیں اس جلد کو مکمل کرنے کی تحریک، موقع اور طاقت بخشی۔ درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا راستہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لیے چنا ہے۔

ہم شیخ پوڈ کے پورے خاندان، خاص طور پر اپنے چھوٹے ستارے یوسف کے لیے اپنی تہہ دل سے تعریف کرنا چاہیں گے، جن کی مسلسل حمایت اور مشورے نے شیخ پوڈ کتب کی ترقی کو متاثر کیا ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا کرم مکمل فرمائے اور اس کتاب کے ہر حرف کو اپنی بارگاہِ عالی میں قبول فرمائے اور اسے روزِ آخرت میں ہماری طرف سے گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بے شمار درود و سلام ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

مرتب کرنے والے کے نوٹس

ہم نے اس جلد میں انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی شارٹ فال نظر آئے تو مرتب کرنے والا ذاتی طور پر ذمہ دار ہے۔

ہم ایسے مشکل کام کو مکمل کرنے کی کوشش میں غلطیوں اور کوتاہیوں کے امکان کو قبول کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم نے لاشعوری طور پر ٹھوکر کھائی ہو اور غلطیوں کا ارتکاب کیا ہو جس کے لیے ہم اپنے قارئین سے درگزر اور معافی کے لیے دعا گو ہیں اور ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے گی۔ ہم تہہ دل سے تعمیری تجاویز کی دعوت دیتے ہیں جو ShaykhPod.Books@gmail.com - پر دی جا سکتی ہیں

تعارف

مندرجہ ذیل مختصر کتاب عظیم کردار کے دو پہلوؤں پر بحث کرتی ہے :مادی دنیا اور آخرت۔

زیر بحث اسباق کو نافذ کرنے سے ایک مسلمان کو اعلیٰ کردار حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود حدیث کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ قیامت کے ترازو میں سب سے وزنی چیز حسن اخلاق ہوگی۔ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں سے ایک ہے جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورہ نمبر 68 القلم آیت نمبر 4 میں فرمائی ہے:

‘‘اور بے شک آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔’’

لہٰذا تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اعلیٰ کردار کے حصول کے لیے قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو حاصل کریں اور اس پر عمل کریں۔

مادی دنیا اور آخرت

1 - مادی دنیا

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ مادی دنیا جس سے کسی کو لاتعلقی اختیار کرنی چاہیے دراصل اس کی خواہشات سے مراد ہے۔ یہ مادی دنیا کا حوالہ نہیں دیتا، جیسے پہاڑ۔ اس کی نشاندہی باب 3 علی عمران، آیت 14 سے ہوتی ہے:

" لوگوں کے لیے مزین ہے اس چیز کی محبت جس کی وہ خواہش کرتے ہیں - عورتوں اور بیٹوں کی، سونے اور چاندی کے ڈھیروں سے، عمدہ نشان والے گھوڑے، اور مویشی اور کھیتی والی زمین۔ یہ دنیوی زندگی کا مزہ ہے، لیکن اللہ کے پاس بہترین واپسی]یعنی جنت [ہے۔

یہ چیزیں لوگوں کی خواہشات سے جڑی ہوتی ہیں اور ان سے انسان آخرت کی تیاری سے غافل ہو جاتا ہے۔ جب کوئی اپنی خواہشات سے پرہیز کرتا ہے تو وہ درحقیقت مادی دنیا سے الگ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان جس کے پاس دنیاوی چیزیں نہیں ہیں وہ اس کی باطنی خواہش اور اس سے محبت کی وجہ سے پھر بھی دنیا دار سمجھا جا سکتا ہے۔ جبکہ ایک مسلمان جس کے پاس دنیاوی چیزیں ہیں، جیسا کہ بعض صالح پیشروؤں کی طرح، وہ مادی دنیا سے لاتعلق سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے ذہن، دل اور اعمال کی خواہش نہیں رکھتے اور ان پر قبضہ کرتے ہیں۔ اس کے بجائے وہ ابدی آخرت میں جھوٹ کی خواہش رکھتے ہیں۔

پرہیزگاری کا پہلا درجہ ناجائز اور فضول خواہشات سے منہ موڑنا ہے جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رضا سے نہیں ہے۔ یہ شخص آخرت پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نبھانے میں مصروف رہتا ہے۔ وہ ان چیزوں اور لوگوں سے منہ موڑ لیتے ہیں جو انہیں اس اہم کام کو پورا کرنے سے روکتے ہیں۔

پرہیز کا اگلا مرحلہ وہ ہے جب انسان اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے مادی دنیا سے صرف وہی چیزیں لیتا ہے جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔ وہ اپنا وقت ان چیزوں میں نہیں لگاتے جن سے انہیں اگلے جہان میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ صحیح بخاری نمبر 6416 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ نصیحت ہے، آپ نے ایک مسلمان کو اس مادی دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہنے کی نصیحت کی۔ دونوں قسم کے لوگ مادی دنیا سے صرف وہی لیں گے جس کی انہیں ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی منزل یعنی آخرت تک بحفاظت پہنچ سکیں۔ ایک مسلمان یہ سمجھ کر حاصل کر سکتا ہے کہ ان کی موت اور آخرت کی روانگی کتنی قریب ہے۔ موت نہ صرف انسان پر کسی بھی وقت آ سکتی ہے بلکہ اگر کوئی لمبی عمر بھی گزارے تو ایسا لگتا ہے جیسے ایک لمحے میں گزر گیا۔ اس حقیقت کا ادراک کر کے انسان ابدی آخرت کی خاطر لمحہ بہ لمحہ قربان کر دیتا ہے۔ اس مادی دنیا میں لمبی عمر کی امید کو مختصر کرنا انہیں اعمال صالحہ کرنے، اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرنے اور آخرت کی تیاری کو ہر چیز پر ترجیح دینے کی ترغیب دے گا۔ جو شخص لمبی عمر کی امید رکھتا ہے وہ اس کے برعکس رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دے گا۔

جو واقعی مادی دنیا میں پرہیزگار ہے وہ نہ اس پر الزام لگاتا ہے اور نہ اس کی تعریف کرتا ہے۔ جب وہ اسے حاصل کرتے ہیں تو وہ خوش نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں جب وہ ان کے پاس سے گزر جاتا ہے۔ اس متقی مسلمان کا ذہن ابدی آخرت پر اتنا مرکوز ہے کہ چھوٹی مادی دنیا کو لالچ سے دیکھ سکے۔

پرہیز کئی مختلف سطحوں پر مشتمل ہے۔ بعض مسلمان اپنے دلوں کو ہر فضول اور فضول مشغلہ سے آزاد کرنے کے لیے پرہیز کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر پوری توجہ مرکوز کر سکیں اور لوگوں کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر سکیں۔ سنن ابن ماجہ نمبر 257 میں موجود

حدیث کے مطابق ایسا سلوک کرنے والا یہ پائے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کے دنیوی امور کی دیکھ بھال کے لیے کافی ہو گا۔ لیکن جس کو صرف دنیاوی چیزوں کی فکر ہے وہ ان کے وسیلے پر رہ جائے گا اور اسے تباہی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ جو شخص اس مادی دنیا کی زیادتی جیسے مال کی زیادتی کے پیچھے پڑے گا وہ یہ پائے گا کہ اس کا کم سے کم اثر ان پر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے غافل ہو جاتا ہے۔ یہ اب بھی سچ ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مادی دنیا کے اضافی پہلوؤں کے حصول میں کوئی گناہ نہ کرے۔

کچھ لوگ قیامت کے دن اپنے احتساب کو ہلکا کرنے کے لیے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ جس کے پاس جتنی زیادہ چیزیں ہوں گی ان کا احتساب کیا جائے گا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ جس کے اعمال کی جانچ پڑتال کرے گا اسے قیامت کے دن سزا دی جائے گی۔ صحیح بخاری نمبر 6536 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جس کا احتساب جتنا ہلکا ہو گا اتنا ہی کم ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 6444 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ دنیا میں جس کے پاس بہت کچھ ہے وہ قیامت کے دن بہت کم نیکی کے مالک ہوں گے سوائے وقف کرنے والوں کے۔ ان کا مال و دولت ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، لیکن یہ تعداد میں تھوڑے ہیں۔ یہ لمبا احتساب یہی وجہ ہے کہ ہر شخص خواہ امیر ہو یا غریب، قیامت کے دن یہ تمنا کرے گا کہ انہیں زمین پر ان کی زندگی کے دوران صرف ان کا روزانہ کا رزق دیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 4140 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

کچھ مسلمان اس مادی دنیا کی زیادتی سے جنت کی خواہش سے پرہیز کرتے ہیں جو اس مادی دنیا کی لذتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

کچھ لوگ جہنم کے خوف سے مادی دنیا کی زیادتی سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہ بجا طور پر اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جتنا زیادہ اس مادی دنیا کی زیادتی میں مبتلا ہوتا ہے وہ اتنا ہی ناجائز کے قریب ہوتا ہے جو جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود ایک حدیث میں اس کی سنن ابن تنبیہ کی گئی ہے۔ درحقیقت یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمبر 4215 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی ہے کہ مسلمان۔ اس وقت تک پرہیزگار ماجہ

نہیں بنیں گے جب تک کہ کسی ایسی چیز سے پرہیز نہ کریں جو گناہ نہیں ہے اس خوف سے کہ وہ گناہ کا باعث بن جائے۔

پرہیزگاری کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جو کچھ چاہتا ہے اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہے جس کا تذکرہ پورے قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں موجود ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی میں مادی دنیا کی زیادتی سے پرہیز کرنا، یہ جانتے ہوئے کہ ان کا رب مادی دنیا کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مادی دنیا کی زیادتی کی مذمت کی ہے اور اس کی قدر کو حقیر قرار دیا ہے۔ یہ نیک بندے شرمندہ تھے کہ ان کا رب انہیں کسی ایسی چیز کی طرف مائل دیکھے جو اسے ناپسند ہے۔ یہ سب سے بڑے بندے ہیں کیونکہ یہ صرف اپنے رب کی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہیں یہاں تک کہ انہیں دنیا کی حلال آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین کے خزانوں کی پیشکش کے باوجود غربت کا انتخاب کیا۔ صحیح بخاری نمبر 6590 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ انتخاب اس لیے کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہی چاہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مادی دنیا کو ناپسند فرمایا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کی محبت میں اسے رد فرمایا۔ ایک سچا بندہ کس طرح اس سے محبت کر سکتا ہے جو ان کے رب کو ناپسند ہے؟

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غربت کا انتخاب کرکے غریبوں کے لیے مثال قائم کی اور امیروں کو اپنے قول و فعل سے زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا۔ وہ آسانی سے متبادل کا انتخاب کر سکتا تھا اور عملی طور پر امیروں کو دکھا سکتا تھا کہ دنیا کے خزانوں کو لے کر زندگی کیسے گزاری جائے اور وہ اپنے قول و فعل سے غریبوں کو صحیح زندگی گزارنے کا طریقہ سکھا سکتا تھا۔ لیکن اس نے غربت کا انتخاب ایک خاص وجہ سے کیا جو اس کے رب العالمین کی بندگی سے باہر تھی۔ اس پرہیز کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اپنایا۔ مثال کے طور پر، اسلام کے پہلے صحیح ہدایت یافتہ خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ایک بار جب انہیں شہد کے ساتھ میٹھا پانی پلایا گیا تو رو پڑے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ میں نے ایک بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ ایک غیر مرئی چیز کو دھکیل رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بتایا کہ اس کے پاس مادی دنیا آگئی ہے اور آپ نے اسے حکم دیا کہ اسے تنہا چھوڑ دو۔ مادی دنیا نے جواب دیا کہ وہ مادی دنیا سے بھاگ گیا ہے لیکن اس کے بعد والے ایسا نہیں کریں گے۔ اس کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی کو شہد سے میٹھا دیکھ کر رو پڑے اور یہ سمجھتے

ہوئے کہ مادی دنیا انہیں گمراہ کرنے کے لیے آئی ہے۔ یہ واقعہ امام اشفہانی کی کتاب ہلیات الاولیاء نمبر 47 میں درج ہے۔

درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لذت حاصل کرنے کے لیے نہ کبھی کھایا اور نہ لباس پہنا بلکہ مادی دنیا سے صرف وہی لیا جو ان کی ضرورت تھی اور آخرت کی تیاری پر توجہ دی۔ جب مادی دنیا ان کے قدموں پر رکھ دی گئی تو وہ اس خوف میں مبتلا تھے کہ شاید ان کا اجر انہیں آخرت کے بجائے اس دنیا میں مل گیا ہے۔

جو بھی واقعی پرہیزگار ہے وہ ان کے نقش قدم پر چلے گا۔ مسلمانوں کو اس مادی دنیا کی غیر ضروری آسائشوں میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو بیوقوف نہیں بنانا چاہیے جب کہ یہ دعویٰ کریں کہ ان کا دل اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہے۔ اگر کسی کا دل پاک ہوتا ہے تو یہ اس کے اعضاء اور اس کے اعمال میں ظاہر ہوتا ہے جس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 4094 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ جس کا دل اللہ تعالیٰ سے لگا ہوا ہے وہ اس سے پہلے صالحین کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ انہیں مادی دنیا کی ضرورت ہے، صرف اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنا، اور آخرت کی تیاری کے لیے کوشش کرتے ہوئے مادی دنیا کی زیادتی سے منہ موڑنا۔ یہ حقیقی پرہیزگاری ہے۔

مادی دنیا - 2

صحیح بخاری نمبر 6416 میں موجود ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہنے کی نصیحت کی۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نصیحت کرتے تھے کہ جب آدمی شام کو پہنچے تو صبح کے زندہ ہونے کی امید نہ رکھے۔ اور اگر وہ صبح کو پہنچ جائیں تو شام کو زندہ ہونے کی امید نہ رکھیں۔ اور یہ کہ ایک مسلمان کو بیماری کا سامنا کرنے سے پہلے اپنی اچھی صحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور موت سے پہلے اپنی زندگی کا اچھا استعمال کرنا چاہیے۔

یہ حدیث مسلمانوں کو لمبی زندگی کی امیدیں محدود رکھنے کا درس دیتی ہے۔ لمبی زندگی کی امیدیں آخرت کی تیاری میں ناکامی کا سب سے بڑا سبب ہے کیونکہ یہ انسان کو اپنی پوری کوشش مادی دنیا کے لیے وقف کرنے کی ترغیب دیتی ہے، کیونکہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ان کے پاس آخرت کی تیاری کے لیے کافی وقت ہے۔

ایک مسلمان کو اس عارضی دنیا کو اپنا مستقل گھر نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس کے بجائے، انہیں کسی ایسے شخص کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے جو اسے چھوڑنے والا ہے، کبھی واپس نہ آنے والا ہے۔ اس سے انسان کو ترغیب ملے گی کہ وہ اپنی کوششوں کی اکثریت کو اپنی آخری منزل یعنی آخرت کی تیاری میں وقف کردے اور مادی دنیا کے حصول میں اپنی کوششوں کو محدود کردے جو ان کی ضرورت اور ذمہ داریوں سے باہر ہے۔ اس تصور پر پورے قرآن پاک اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بحث ہوئی ہے، مثال کے طور پر باب 40 غافر، آیت 39:

’’ یہ دنیوی زندگی تو محض]عارضی [لطف اندوزی ہے، اور درحقیقت آخرت - یہی]مستقل [ٹھکانے کا گھر ہے۔‘‘

زیر بحث مرکزی حدیث سے ملتی جلتی حدیث جو جامع ترمذی نمبر 2377 میں موجود ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا میں اپنے آپ کو ایک سوار کے طور پر بیان فرمایا جو سایہ میں تھوڑا سا آرام کرتا ہے۔ ایک درخت اور پھر تیزی سے آگے بڑھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کی دنیاوی نوعیت کو ظاہر کرنے کے لیے اس کا موازنہ سایہ سے کیا جو کہ سب جانتے ہیں کہ ظاہری طور پر مستقل ہونے کے باوجود زیادہ دیر تک نہیں رہتی۔ کچھ لوگوں کو مادی دنیا اس طرح ظاہر ہو سکتی ہے۔ وہ ایسا برتاؤ کرتے ہیں جیسے دنیا ہمیشہ باقی رہے گی جبکہ حقیقت میں یہ بہت جلد ختم ہو جائے گی۔

اس کے علاوہ اس حدیث میں سوار کا ذکر ہے نہ کہ پیدل چلنے والے کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوار پیدل سفر کرنے والے کے مقابلے میں نمایاں طور پر کم آرام کرے گا۔ اس سے مزید معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا اس دنیا میں قیام بہت مختصر ہے۔ یہ سب پر بالکل واضح ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ بوڑھے ہو جاتے ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی زندگی ایک جھلک میں گزر گئی۔ تو درحقیقت چاہے بڑھاپے کو پہنچے یا نہ پہنچے، زندگی بس ایک لمحہ ہے۔ باب 10 یونس، آیت 45:

''اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی باقی نہیں رہے تھے۔''

درحقیقت مادی دنیا ایک پل کی مانند ہے جسے عبور کرنا ہے نہ کہ مستقل گھر کے طور پر۔ جس طرح کوئی شخص بس اسٹیشن کو اپنا گھر نہیں سمجھتا یہ جانتے ہوئے کہ اس کا قیام صرف تھوڑی دیر کے لیے ہوگا اسی طرح دنیا آخرت تک پہنچنے سے پہلے ایک مختصر پڑاؤ ہے۔

جب کوئی زندگی بھر کی چھٹیوں میں ایک بار جاتا ہے، تو زیادہ تر معاملات میں، وہ لگژری گھریلو اشیاء، جیسے کہ ایک وسیع اسکرین ٹیلی ویژن پر اپنے اخراجات کو محدود کر دیتے ہیں، اور اس کے بجائے ان کا ہوٹل جو بھی خدمات پیش کرتا ہے اس کے ساتھ کام کرتا ہے۔ وہ اس طرح برتاؤ کرتے ہیں جیسے وہ سمجھتے ہیں کہ ہوٹل میں ان کا قیام مختصر ہو گا اور جلد ہی وہ چلے جائیں گے، کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ یہ ذہنیت انہیں چھٹیوں کی منزل کو اپنے مستقل گھر کے طور پر لینے سے روکتی ہے۔ اسی طرح لوگوں کو زمین پر ایک مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا جو یقینی طور پر اسے اپنا مستقل ٹھکانہ بنانا نہیں تھا۔ اس کے بجائے انہیں اس سے رزق لینے کے لیے بھیجا گیا تاکہ وہ اپنے مستقل گھر یعنی آخرت تک بحفاظت پہنچ سکیں۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کو خوش کرنے کے طریقوں سے عطا کی گئی ہیں۔

جب بھی کوئی شخص سفر کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سب سے پہلے وہ سامان حاصل کرتا ہے جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے تاکہ سفر کو آرام دہ اور کامیاب بنایا جاسکے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ آخرت کا بہترین سامان تقویٰ ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 197:

"بے شک بہترین رزق اللہ سے ڈرنا ہے۔"

یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا لاتا ہے، اس کی ممانعتوں سے باز آتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ صرف اپنے بندوں کے لیے بہترین چیز کا انتخاب کرتا ہے۔ دنیا سے آخرت تک کا سفر مکمل کرنے کے لیے دوسرے رزق جیسے خوراک کی ضرورت ہے۔ لیکن جس رزق کو ترجیح دی جائے وہ تقویٰ ہے کیونکہ یہ واحد رزق ہے جو کسی کو دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ پہنچاتا ہے۔ یہ دنیا اور آخرت میں امن کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔" "

چونکہ مادی دنیا کسی شخص کا مستقل ٹھکانہ نہیں ہے لہٰذا ان کو چاہیے کہ زیر بحث مرکزی حدیث پر عمل کریں اور یا تو اجنبی یا مسافر کی طرح زندگی گزاریں۔

اجنبی ہونے کی پہلی حالت وہ ہے جو اپنے دل و دماغ کو اپنے عارضی گھر سے نہیں لگاتا۔ ان کا مقصد صرف اتنا ہے کہ کافی سامان اکٹھا کریں تاکہ وہ اپنے مستقل گھر یعنی آخرت میں بحفاظت واپس لوٹ سکیں۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو کام کے ویزے پر کسی بیرونی ملک میں رہتا ہے۔ ان کے کام کی جگہ ان کا گھر نہیں ہے۔ صرف پیسہ کمانے کی جگہ تاکہ وہ اس کے ساتھ اپنے وطن واپس لوٹ سکیں۔ یہ شخص کبھی بھی اجنبی ملک کو اپنا گھر نہیں سمجھے گا۔ اس کے بجائے، وہ صرف ضروری چیزوں پر خرچ کریں گے اور اپنی دولت کو بچانے پر توجہ دیں گے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دولت واپس اپنے حقیقی اور مستقل گھر میں لے جائیں۔ اگر اس شخص نے اپنی ساری یا زیادہ تر دولت بیرون ملک خرچ کر دی اور خالی ہاتھ اپنے وطن واپس آ گیا تو بلاشبہ ان کے رشتہ داروں کے نزدیک وہ قابل ملامت تصور کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ورک ویزا پر کسی دوسرے ملک میں رہنے کے اپنے مشن اور مقصد میں ناکام رہے ہیں۔ اسی طرح ایک مسلمان کو اپنی کوششوں کا زیادہ تر حصہ رزق کے حصول میں وقف کر دینا چاہیے تاکہ وہ آخرت کی طرف لے جائیں۔ انہیں مادی دنیا کی آسائشوں کے لیے دوسروں کے ساتھ مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے بجائے، انہیں ابدی آخرت کے حصول کے لیے اپنے مشن پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ اگر وہ اپنے عارضی گھر کو سنوارنے میں بہت زیادہ محنت کریں گے تو وہ آخرت میں بغیر تیاری اور خالی ہاتھ داخل ہوں گے اور اس لیے اپنے اس مشن میں ناکام ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں سونپا ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے ساتھ ایماندار ہونا چاہیے اور اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ وہ دن کے کتنے گھنٹے مادی دنیا اور آخرت کی تیاری کے لیے وقف کرتے ہیں۔ یہ خود غور و فکر انہیں دکھائے گا کہ ان کی ذہنیت صحیح ہے یا نہیں اور آخرت پر ان کا ایمان کتنا مضبوط ہے۔ باب 87 العلا، آیات 16-17:

"لیکن تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ جب کہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان کی طرف اس وقت بھیجا گیا جب وہ سب سے ذلیل تھے اور ان کی اکثریت گناہوں کی زندگی گزار رہی تھی جس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہو گئے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں واضح دلائل کے ساتھ راہ حق کی طرف بلایا۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے اس کے واضح پیغام کو قبول کیا اور اس کی پیروی کی۔ اس نے ان سے وعدہ کیا کہ اسلام بہت سی قوموں کو فتح کرے گا اور مسلمانوں کو بہت زیادہ دولت حاصل ہوگی۔ لیکن اس نے انہیں متنبہ کیا کہ وہ مادی دنیا کی آسائشوں میں مشغول نہ ہوں۔ اس تنبیہ کی ایک مثال سنن ابن ماجہ نمبر 3997 میں موجود ایک حدیث میں مذکور ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متنبہ کیا ہے کہ مادی دنیا کی غیر ضروری آسائشوں کے لیے مقابلہ کرنا انسانوں کو تباہ کر دے گا۔ اس لیے انہوں نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ اپنی ذمہ داریوں اور ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بنیادی ضروریات پر قناعت کریں اور آخرت کی تیاری پر توجہ دیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے جو وعدہ کیا تھا وہ سب پورا ہوا۔ جب دنیا مسلمانوں کے لیے کھول دی گئی تو ان کی اکثریت مقابلہ بازی، جمع، ذخیرہ اندوزی اور مادی دنیا کی زیادتی سے لطف اندوز ہونے میں مصروف ہوگئی۔ چنانچہ انہوں نے آخرت کی تیاری کو صحیح طریقے سے ترک کر دیا جیسا کہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ صرف چند لوگوں نے ان کی نصیحت کو قبول کیا اور اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے مادی دنیا سے صرف وہی لیا اور اپنی زیادہ تر کوششیں ابدی آخرت کی تیاری میں وقف کر دیں۔ یہ چھوٹی سی جماعت، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور نیک پیشرو، آخرت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جڑے ہوئے تھے، جیسا کہ انہوں نے عملی طور پر آپ کی نصیحت اور نقش قدم پر عمل کیا۔ دوسری طرف، اکثریت اپنی غفلت میں مادی دنیا کا پیچھا کرتی رہی یہاں تک کہ موت نے انہیں بغیر تیاری کے پکڑ لیا۔

دوسری ذہنیت جو مسلمانوں کو اختیار کرنی چاہیے جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں نصیحت کی گئی ہے وہ مسافر کی ہے۔ یہ شخص اس مادی دنیا کو اپنا گھر نہیں سمجھتا بلکہ اپنے حقیقی گھر یعنی آخرت کی طرف سفر کرتا ہے۔ یہ ذہنیت ایک بیک پیکر جیسی ہے جو مختلف شہروں میں سو سکتا ہے لیکن انہیں کبھی اپنا گھر نہیں سمجھتا۔ وہ اپنے ساتھ صرف وہی سامان لے جاتے ہیں جو وہ معنی، لوازم لے سکتے ہیں۔ اس میں وہ چیزیں شامل ہیں جن کی انہیں زندہ رہنے کے لیے ضرورت ہے اور یہ انہیں اپنی منزل تک محفوظ طریقے سے پہنچنے میں مدد کرے گی۔ ایک بیک پیکر کبھی بھی غیر ضروری اشیاء کو پیک نہیں کرے گا یہ جانتے ہوئے کہ یہ چیزیں ان کے لئے صرف ایک بوجھ ہوں گی۔ اور نہ ہی وہ اپنے سفر کو محفوظ طریقے سے مکمل کرنے کے لیے ضروری سامان

پیک کرنے میں ناکام رہیں گے ۔ اسی طرح ایک ذہین مسلمان صرف اس مادی دنیا سے اعمال اور قول کے حوالے سے اعمال جمع کرتا ہے جو اسے آخرت تک پہنچنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ وہ ان تمام افعال و کلام سے منہ موڑ لیں گے جو ان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں بوجھ بن جائیں گے۔ سنن ابن ماجہ، نمبر 4104 میں موجود ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنانے کی تلقین کی۔ :

’’ بے شک ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اس کو اس کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم ان کو آزمائیں کہ ان میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور جو کچھ اس پر ہے ہم اسے ایک بنجر زمین بنا دیں گے۔

ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ دن اور رات صرف مختصر مراحل ہیں جن میں لوگ سفر کرتے ہیں، مرحلہ وار، آخرت تک پہنچنے تک۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ ہر مرحلہ کو اعمال صالحہ کی صورت میں آگے کا رزق بھیج کر استعمال کریں۔ انہیں مسلسل یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ان کا سفر بہت جلد ختم ہونے والا ہے اور وہ آخرت تک پہنچ جائیں گے۔ یہاں تک کہ اگر سفر لمبا لگتا ہے تو یہ بالآخر ایک لمحے کی طرح محسوس ہوگا لہذا اسے ختم ہونے سے پہلے اسے اطاعت کا لمحہ بنانا چاہئے جب کہ وہ تیار نہیں ہیں۔ باب 10 یونس، آیت 45:

‘‘اور جس دن وہ ان کو جمع کرے گا تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی باقی نہیں رہے تھے۔’’

ہر سانس کے ساتھ دنیا کو پیچھے چھوڑ کر آخرت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اگر چہ بظاہر کوئی حرکت نہیں کرتا لیکن حقیقت میں دن اور رات ان کی آمدورفت کا کام کرتے ہیں جو انہیں تیزی سے بغیر توقف کے، اگلی دنیا میں لے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، جلد ہی ایک دن آئے گا جب وہ اس کی طرف لوٹیں گے۔ جب وہ واپس آئیں گے تو انہیں پوچھ گچھ کے لیے روک دیا جائے گا۔ اس لیے انہیں اس تفتیش کے لیے کچھ اچھی تیاری کرنی چاہیے۔ انہیں اس دنیا میں جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرتے ہوئے تیاری کرنی چاہیے۔ لیکن اگر وہ غافل رہیں اور تیاری کرنے میں ناکام رہیں تو ان سے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو باقی ہے اس کے لیے ان سے کارروائی کی جائے گی۔

صحابی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نصیحت کی طرف چلتے ہیں جس کا ذکر زیر بحث مرکزی حدیث میں ہے۔ اس کا پہلا حصہ اس دنیا میں لمبی زندگی کی امید کو مختصر کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو یہ نہیں ماننا چاہیے کہ ان کا اس دنیا میں قیام طویل ہے، کیونکہ وہ کسی بھی وقت انتقال کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی کئی سال تک زندہ رہتا ہے، تب بھی ایسا لگتا ہے کہ زندگی ایک جھٹکے سے گزری ہے۔ یہی بات عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہی ہے کہ اگر وہ شام کو پہنچ جائیں تو صبح کو زندہ ہونے کا یقین نہ کریں۔ یہ ذہنیت دنیاوی ذمہ داریوں کو نبھانے اور آخرت کی تیاری کے لیے مادی دنیا سے صرف اس چیز کو لینے کی بنیادی وجہ ہے۔ جب کہ لمبی عمر کی امید رکھنا اس کے مخالف معنی کی اصل وجہ ہے، اس سے انسان کو اعمال صالحہ اور گناہوں سے اجتناب کرکے آخرت کی تیاری میں تاخیر ہوتی ہے اور اس میں قیام پر یقین رکھتے ہوئے مادی دنیا کو جمع کرنے اور جمع کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ یہ بہت طویل ہو جائے گا.

اس کے علاوہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی مسلمانوں کو بیماری کا سامنا کرنے سے پہلے اپنی اچھی صحت کا صحیح استعمال کرنے کی تلقین کی۔ بدقسمتی سے اکثر لوگ اچھی صحت کی قدر صرف اس کے کھونے کے بعد کرتے ہیں، جس کی تنبیہ صحیح بخاری نمبر 6412 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔ اچھی صحت سے استفادہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنی جسمانی اور ذہنی طاقت کو اطاعت میں استعمال کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک اعمال کرنے اور گناہوں سے پرہیز کرنے سے قبل اس کے کہ وہ اس وقت تک پہنچ جائیں جب وہ نیک اعمال کرنے کی خواہش رکھتے ہوں لیکن خرابی صحت کی وجہ سے اب نہیں کر سکتے۔ جو ان کی اچھی صحت کا صحیح استعمال کرے گا اسے ان اعمال کا اجر دیا جائے گا جو انہوں نے اپنی اچھی صحت کے دوران کیے تھے، یہاں تک کہ جب وہ بیماری کا سامنا کریں اور وہ انہیں مزید نہ کرسکیں۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 2996 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جبکہ جو شخص اپنی صحت کا صحیح

استعمال نہیں کرتا وہ بیمار ہونے پر اس ممکنہ اجر سے محروم ہو جاتا ہے۔ درحقیقت ان کے پاس پشیمانی کے سوا کچھ نہیں بچے گا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے دی گئی نصیحت کا آخری حصہ یہ ہے کہ انسان کو موت سے پہلے اپنی زندگی کا اچھا استعمال کرنا چاہیے۔ اس میں ان تمام چیزوں کا استعمال شامل ہے جو اعمال صالحہ کی طرف لے جاتی ہیں، جیسے کہ مال، اور ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنا جو نیک کاموں سے روکتی ہیں، جیسے کہ غیر ضروری مصروفیات۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے وقت کا صحیح استعمال کریں اس سے پہلے کہ وہ ان ذمہ داریوں میں مشغول ہو جائیں جو فطری طور پر وقت گزرنے کے ساتھ ہوتی ہیں، جیسے کہ شادی۔ اور اپنی مالی ذمہ داریوں میں اضافے سے پہلے اپنی دولت کا خوب استعمال کریں۔ کامیابی کے لیے وقت کا صحیح استعمال ضروری ہے کیونکہ یہ ایک عجیب دنیاوی نعمت ہے جو باقی تمام نعمتوں کے برعکس اس کے جانے کے بعد کبھی واپس نہیں آتی۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی سرگرمیوں کو صحیح طریقے سے ترجیح دیتے ہوئے وقت کا استعمال کرنا چاہیے۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ اپنی تمام ذمہ داریوں، فرائض اور ضروریات کو پورا کرے گا اور اس کے پاس متوازن طریقے سے حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے کافی وقت ہوگا۔

جیسا کہ جامع ترمذی کی حدیث نمبر 2403 میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ تمام لوگوں کو موت کے وقت ندامت ہوگی۔ نیکی کرنے والے پچھتائیں گے کہ انہوں نے مرنے سے پہلے مزید نیکیاں نہیں کیں۔ گنہگار شخص پچھتائے گا کہ اس نے اپنی موت سے پہلے سچے دل سے توبہ نہیں کی۔ اس دنیا میں لوگوں کو اکثر دوسرا موقع دیا جاتا ہے مثال کے طور پر، ڈرائیونگ ٹیسٹ کو دوبارہ کرنا، لیکن ایک شخص کے مرنے کے بعد کوئی کام نہیں ہوتا۔ پشیمانی ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔ اس کے بجائے، یہ صرف ان کے درد اور تکلیف میں اضافہ کرے گا .لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشش کرنے کے لیے جو وقت دیا گیا ہے اسے استعمال کریں، اس سے پہلے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنا لمحہ پورا کریں۔ کاموں کو کل تک موخر کرنے کی ذہنیت کو ترک کر دینا چاہیے کیونکہ اکثر معاملات میں یہ کل کبھی نہیں آتا۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ آج پر توجہ مرکوز کرے اور اس لیے وہ کام کرے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، جیسا کہ کل اس دنیا میں آ سکتا ہے لیکن وہ اس کی گواہی کے لیے زندہ نہ ہوں۔

مادی دنیا - 3

سنن ابن ماجہ نمبر 2142 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مسلمان کو دنیاوی چیزوں کی تلاش میں اعتدال پسند ہونا چاہیے کیونکہ جو کچھ ان کا مقدر ہے وہ ضرور پہنچے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام مسلمانوں کو مادی دنیا کو مکمل طور پر ترک کرنے کی ترغیب نہیں دیتا، کیونکہ یہ ایک پل ہے جو انسان کو آخرت سے جوڑتا ہے۔ اس پل کو عبور کیے بغیر کوئی آخرت تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اس کے بجائے اسلام مسلمانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ وہ اسراف، فضول خرچی اور اسراف سے گریز کرتے ہوئے اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اس دنیا سے لے جائیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے آخرت کی تیاری میں اپنی کوششیں وقف کر دیں۔ اس کی ممانعتوں اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جو چیزیں اس دنیا میں حاصل ہوں گی، جیسے کہ ان کا رزق، اللہ تعالیٰ کے آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ہی ان کے لیے تقسیم ہو چکا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

چونکہ ایک شخص کا رزق ضامن ہے اور اس کی کوششوں سے قطع نظر اس میں اضافہ یا کمی نہیں ہو سکتی، اس لیے اسے اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کے مطابق اس کے لیے کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ زیادہ کے لیے کوشش صرف تناؤ کا باعث بنے گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق حاصل نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ، یہ ضرورت سے زیادہ کوشش ان کی توجہ آخرت کی عملی تیاری سے ہٹا دے گی۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں ان کے لیے مزید تناؤ پیدا ہوگا۔ جبکہ بنیادی حدیث پر عمل کرنا اور رزق کے لیے اعتدال کے ساتھ کوشش کرنا اس بات کو یقینی

بنائے گا کہ وہ کم سے کم تناؤ کے ساتھ اپنا حصہ وصول کریں، وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور آخرت کے لیے مناسب تیاری کریں۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

مادی دنیا - 4

جامع ترمذی نمبر 2380 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متوازن غذا کی اہمیت بتائی ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ اپنے پیٹ کو تین حصوں میں تقسیم کر دیں۔ پہلا حصہ کھانے کے لیے، دوسرا حصہ پینے کے لیے اور آخری حصہ سانس لینے کے لیے خالی چھوڑ دینا چاہیے۔

یہ ڈائٹ پلان اس وقت حاصل کیا جا سکتا ہے جب کوئی کھانا پیٹ بھرنے سے پہلے کھانا بند کر دے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل تھا۔

اگر لوگ اس نصیحت پر عمل کریں تو وہ جسمانی اور ذہنی دونوں بیماریوں سے محفوظ رہیں گے۔ درحقیقت بہت سے باشعور لوگوں کے مطابق بیماری کی ایک بڑی وجہ بدہضمی ہے۔

روحانی قلب کے حوالے سے تھوڑی سی خوراک نرم دل، عاجزی نفس اور خواہشات اور غصہ کی کمزوری کا باعث بنتی ہے۔ پیٹ بھرنے سے سستی پیدا ہوتی ہے جو عبادت اور دوسرے اعمال صالحہ کو روکتی ہے۔ یہ نیند کو آمادہ کرتا ہے جس کی وجہ سے کوئی رضاکارانہ اور حتیٰ کہ فرض رات کی نمازوں سے محروم ہوجاتا ہے۔ یہ عکاسی کو روکتا ہے جو کسی کے اعمال کا اندازہ لگانے کی کلید ہے اور اس لیے اس کے کردار کو بہتر سے بدلنا ہے۔ پیٹ بھرنے والا غریب کو بھول جاتا ہے اور اس لیے ان کی مدد کرنے کا امکان کم ہوتا ہے۔ یہ تمام منفی اثرات سخت روحانی دل کی طرف لے جاتے ہیں۔ سخت روحانی دل رکھنے والا قیامت کے دن محفوظ نہیں رہے گا۔ باب 26 اشعرا، آیات 88-89:

جس دن مال اور اولاد کسی کے کام نہ آئے گی۔ لیکن صرف وہی جو اللہ کے پاس دل کے ساتھ ’’ آتا ہے۔

جس کو صرف اپنے پیٹ کی فکر ہوتی ہے وہ زیادہ اہم چیزوں سے ہٹ جاتا ہے جیسے دینی علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا۔ وہ مختلف قسم کے کھانے حاصل کرنے، تیار کرنے اور کھانے میں اس قدر مشغول ہو جاتے ہیں کہ اس میں ان کے وقت، توانائی اور پیسے کا بڑا حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ رویہ کسی کو سادہ غذا کھانے سے بھی روکتا ہے، جن کی تیاری میں آسان اور کم وقت لگتا ہے اور خریدنے میں سستی ہوتی ہے۔ کھانے میں اسراف بھی انسان کو دوسری چیزوں میں اسراف کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جیسے کہ کپڑے اور مکان۔ یہ رویہ بدلے میں کسی کو اپنے اسراف طرز زندگی کو پورا کرنے کے لیے زیادہ دولت کمانے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ انہیں اسلامی علم کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے مزید مشغول کرتا ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کر سکیں۔ یہ ان کے اسراف طرز زندگی کو پورا کرنے کے لیے انہیں غیر قانونی کی طرف بھی ترغیب دے سکتا ہے۔

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا وہ ہو گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2478 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ متوازن غذا حاصل کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ ان منفی اثرات سے بچیں جو بلاشبہ دنیا اور آخرت دونوں میں ان کی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

مادی دنیا - 5

جامع ترمذی نمبر 2465 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص آخرت کی تیاری کو مادی دنیا کی کوشش پر ترجیح دے گا اسے قناعت ملے گی، اس کے معاملات درست ہو جائیں گے۔ اور وہ آسانی سے اپنی قسمت کا رزق حاصل کریں گے۔

اس نصف حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے حوالے سے اپنے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا کرے گا، جیسے کہ اس مادی دنیا کی زیادتی سے بچتے ہوئے اپنے اہل و عیال کو حلال طریقے سے مہیا کرنا، اسے قناعت ملے گی۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی لالچی ہوئے بغیر اور زیادہ دنیوی چیزیں حاصل کرنے کے لیے سرگرم کوشش کے بغیر اپنے پاس موجود چیزوں سے خوش ہوتا ہے۔ درحقیقت، جو شخص اپنے پاس موجود چیزوں پر راضی ہے وہ واقعی امیر ہے، خواہ اس کے پاس دولت کم ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ وہ چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ کسی بھی چیز کی آزادی انسان کو اس کے حوالے سے امیر بناتی ہے۔

اس کے علاوہ، یہ رویہ کسی بھی دنیاوی مسائل سے آرام سے نمٹنے کی اجازت دے گا جو اس کی زندگی کے دوران پیدا ہوسکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادی دنیا کے ساتھ جتنا کم رابطہ کرے گا اور آخرت پر توجہ مرکوز کرے گا، دنیا کے مسائل اتنے ہی کم ہوں گے۔ انسان کو جتنے کم دنیوی مسائل کا سامنا ہوگا اس کی زندگی اتنی ہی آرام دہ ہوگی۔ مثال کے طور پر، جس کے پاس ایک گھر ہے اس کے پاس اس کے حوالے سے کم مسائل ہوں گے، جیسے ٹوٹا ہوا ککر، دس مکان رکھنے والے کے مقابلے میں۔ آخر کار، یہ شخص آسانی سے اور خوشگوار طریقے سے اپنا حلال رزق حاصل کر لے گا۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں ایسا فضل ڈال دے گا کہ اس سے ان کی تمام ذمہ داریاں اور ضروریات پوری ہوں گی، ان کو اور ان کے زیر کفالت افراد کو تسکین ملے گی۔

آخرت کی تیاری کو ترجیح دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اس انداز میں عمل اور بات کرے جس سے آخرت میں فائدہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، اس میں فضول خرچی یا اسراف کیے بغیر اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے حلال رزق کے لیے کوشش کرنا شامل ہے۔ کوئی بھی ایسی سرگرمی جس سے آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو اسے کم کرنا چاہیے۔ جتنا زیادہ اس طریقے سے برتاؤ کرے گا اتنا ہی زیادہ اطمینان اسے نصیب ہوگا اور ان کی روزمرہ کی سرگرمیاں اتنی ہی آسان ہوتی جائیں گی۔ اس کے علاوہ، وہ آخرت کے لیے بھی مناسب طریقے سے تیاری کریں گے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔ اس لیے وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

لیکن جیسا کہ اس حدیث کے دوسرے نصف میں ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص مادی دنیا کی کوشش کو آخرت کی تیاری پر ترجیح دیتا ہے، اپنے فرائض سے غفلت برتتا ہے یا اس مادی دنیا کی غیرضروری اور زیادتی کے لیے کوشش کرتا ہے، وہ اپنی ضرورت یعنی حرص کو پائے گا۔ کیونکہ دنیاوی چیزیں کبھی مطمئن نہیں ہوتیں۔ یہ، تعریف کے مطابق، انہیں غریب بنا دیتا ہے چاہے ان کے پاس بہت زیادہ دولت ہو۔ یہ لوگ دن بھر ایک دنیاوی مسئلے سے دوسرے مسئلے میں جائیں گے اور قناعت حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے کیونکہ انہوں نے بہت سے دنیاوی دروازے کھول رکھے ہیں۔ اور انہیں ان کا مقدر دیا ہوا رزق مشکل سے ملے گا اور یہ انہیں اطمینان نہیں دے گا اور نہ ہی ان کے لالچ کو بھرنے کے لیے کافی ہوگا۔ یہاں تک کہ یہ انہیں حرام کی طرف دھکیل سکتا ہے جس سے دونوں جہانوں میں زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ آخر کار، اپنے رویے کی وجہ سے، وہ آخرت کے لیے مناسب تیاری نہیں کریں گے۔ اس لیے یہ شخص دونوں جہانوں میں تناؤ اور بے اطمینانی حاصل کرتا ہے۔

مادی دنیا - 6

سنن ابن ماجہ نمبر 3997 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی کہ وہ مسلمان قوم کے لیے غربت سے نہیں ڈرتے۔ اس کے بجائے، وہ ڈرتا تھا کہ دنیاوی نعمتیں ان کے لیے آسان اور بہت زیادہ ہو جائیں گی۔ اس سے وہ اس کا مقابلہ کریں گے اور اس کے نتیجے میں یہ ان کی تباہی کا باعث بنے گا، جیسا کہ اسی مقابلے نے پچھلی امتوں کو تباہ کیا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس کا اطلاق صرف دولت پر نہیں ہوتا۔ لیکن یہ تنبیہ لوگوں کی دنیاوی خواہشات کے ان تمام پہلوؤں پر لاگو ہوتی ہے جن میں شہرت، دولت، اختیار اور کسی کی زندگی کے سماجی پہلوؤں جیسے خاندان، دوست اور کیرئیر کی خواہش شامل ہو سکتی ہے۔ جب بھی کوئی ان چیزوں کو اپنی ضروریات سے بالاتر کر کے اپنی خواہشات کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، چاہے وہ حلال ہی کیوں نہ ہوں، تو یہ اس کو عملی طور پر آخرت کی تیاری سے غافل کر دے گا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ ان کو برے کردار کی طرف لے جائے گا، جیسے فضول خرچی اور اسراف، اور ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے انہیں گناہوں کی طرف بھی لے جا سکتا ہے۔ ان کو حاصل کرنے میں ناکامی بے صبری اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور نافرمانی کے دیگر اعمال کا باعث بن سکتی ہے۔ دوسروں کے ساتھ دنیوی نعمتوں کے حصول کے لیے مقابلہ کرنا ان میں دیگر منفی خصوصیات کو اپنانے کی طرف لے جائے گا، جیسے کہ حسد، کینہ اور دشمنی، جو کہ تفرقہ، کدورت اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں ناکامی کا باعث بنتی ہے۔ یہ مقابلہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں تباہی کا باعث بنتا ہے، خواہ اس دنیا میں کسی شخص پر یہ بات واضح نہ ہو۔

ظاہر ہے کہ ان دنیاوی خواہشات نے بہت سے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے کیونکہ وہ آدھی رات کو خوشی سے اٹھتے ہیں تاکہ دنیاوی نعمتیں حاصل کریں، مثلاً مال، یا چھٹی پر جائیں لیکن جب پیشکش کرنے کا مشورہ دیا جائے تو وہ ایسا کرنے میں ناکام رہیں گے۔ نفلی رات کی نماز یا جماعت کے ساتھ مسجد میں صبح کی فرض نماز میں شرکت کریں۔

ان چیزوں کو حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ یہ حلال ہوں اور کسی شخص کی ضروریات اور اس کے محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ضروری ہوں۔ لیکن جب کوئی شخص اس سے آگے بڑھ جاتا ہے تو وہ اپنی آخرت کے نقصان میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کی پامالی ہو سکتی ہے۔ انسان جتنا زیادہ اپنی دنیوی خواہشات کی پیروی کرے گا وہ آخرت کی تیاری میں اتنی ہی کم کوشش کرے گا، کیونکہ ایک شخص یا تو ان نعمتوں کو استعمال کر سکتا ہے جو اسے اللہ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں یا پھر اپنی خواہشات کے مطابق۔ یہ اس تباہی کا باعث بنے گا جس کی بحث مرکزی حدیث میں کی گئی ہے۔ ایسی تباہی جو دنیا میں تناؤ اور پریشانی سے شروع ہوتی ہے اور آخرت میں سخت مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

مادی دنیا - 7

جامع ترمذی نمبر 2377 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ مجھے اس مادی دنیا کی زیادتی کی کوئی فکر نہیں اور اس دنیا میں اس کی مثال ایک سوار کی ہے، ایک درخت کے سائے میں ایک مختصر آرام اور پھر آگے بڑھ کر اسے پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔

درحقیقت ہر شخص ایک مسافر ہے جو اس دنیا میں بہت ہی محدود وقت کے لیے ٹھہرتا ہے اس کے مقابلے میں جہاں سے وہ معنویت، روحوں کی دنیا اور جس طرف جا رہے ہیں، جو کہ ابدی آخرت ہے۔ درحقیقت اس کے مقابلے میں یہ دنیا بس اسٹاپ پر انتظار کرنے کی طرح ہے۔ اس حدیث میں اس دنیا کو سایہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سایہ زیادہ دیر تک نہیں رہتا اور لوگوں کے نوٹس لینے کے بغیر جلدی ختم ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح انسان کے دن اور راتیں گزر جاتی ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسافر سرائے یا ہوٹل کا ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ ٹھوس ڈھانچے ہیں جو مستقل ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ایک دھندلا سایہ اس مادی دنیا کو بہتر طور پر بیان کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی بوڑھا ہو، وہ ہمیشہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی زندگی ایک لمحے کی طرح چمکتی اور محسوس ہوتی ہے۔ باب 79 نزیات، آیت 46:

”جس دن وہ)قیامت کا دن (دیکھیں گے، ایسا ہو گا کہ گویا وہ)دنیا میں (ایک دوپہر یا صبح کے سوا باقی نہیں رہے تھے۔“

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوار کو اشارہ فرمایا نہ کہ پیدل چلنے والا، کیونکہ پیدل چلنے والا درخت کے سائے میں سوار سے زیادہ آرام کرتا ہے۔ یہ مزید بتاتا ہے کہ لوگ اس دنیا میں کتنے محدود وقت گزارتے ہیں۔

سایہ میں آرام کرنا اس بات کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے کہ مادی دنیا کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اپنی ضرورت کے سامان کو حاصل کیا جائے، بالکل اسی طرح جس طرح سوار اپنی ضرورت کا سامان لیتا ہے، یعنی آرام۔ لہٰذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممنوعات سے اجتناب کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے آخرت کی تیاری کرتے ہوئے اس دنیا سے فوراً رخصت ہونے کی تیاری کرے۔ اس پر ہو اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کریں گے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

جیسا کہ مرکزی حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے غیر ضروری پہلوؤں کی فکر نہیں کرتے تھے، اسی طرح ایک مسلمان کو بھی یہ رویہ اپنانا چاہیے، کیونکہ جتنا زیادہ انسان اپنی توانائی اور وقت اس کے لیے وقف کرتا ہے۔ دنیا کی غیر ضروری چیزوں کو حاصل کرنے اور ان سے لطف اندوز ہونے کے لیے جتنا کم وقت اور توانائی انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرنا پڑے گی۔ یہ خلفشار دونوں جہانوں میں تناؤ اور مشکلات کے سوا کچھ نہیں لے گا۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

واضح رہے کہ اس بحث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ یہ حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ انسان کو آخرت کی تیاری کے لیے مادی دنیا کو استعمال کرنا چاہیے۔ سوار آرام کرتا ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی محنت اور وقت کو غیر ضروری کاموں میں صرف کرنے کے بجائے آخرت میں فائدہ مند چیزیں جمع کریں جو انہیں قیامت کے دن خالی ہاتھ چھوڑے گی۔ باب 89 الفجر، آیات 23-24:

اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کو یاد کیسے آئے گا؟ وہ کہے گا، " کاش میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔

مادی دنیا - 8

سنن ابن ماجہ نمبر 4102 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ بتایا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان اس مادی دنیا کی زیادتی سے بچتا ہے جو اس کی ضروریات اور ذمہ داریوں سے باہر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اس دنیا میں اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات اسلام کی تعلیمات کے مطابق پوری کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور ان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کریں۔ مادی دنیا کی کوئی بھی چیز جو ان چیزوں میں کسی کی مدد کرتی ہے وہ حقیقت میں دنیاوی چیز نہیں ہے۔ اس لیے ان سے اجتناب ضروری نہیں۔ لیکن ان چیزوں سے بچنا چاہیے جو ان فرائض کی انجام دہی میں یا تو رکاوٹ بنتی ہیں یا روکتی ہیں۔ جب کوئی اس رویہ پر قائم رہے گا تو وہ صرف ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔

اس طرح ایک مسلمان دنیا کو اپنے ہاتھ میں رکھ سکتا ہے دل میں نہیں۔ اس طرح ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرتا ہے، کیونکہ یہ رویہ انہیں اس کی اطاعت میں جدوجہد کرنے پر مجبور کرتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی محبت کو راغب کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6502 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

مادی دنیا - 9

جامع ترمذی نمبر 2346 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص صبح اٹھتا ہے وہ خطرے سے محفوظ، تندرست اور دن بھر کا کھانا کھاتا ہے، گویا دنیا ہے۔ ان کے لیے جمع ہوئے.

اس دن اور دور میں جہاں دنیا بھر میں بہت سے لوگ غیر محفوظ ممالک میں زندگی بسر کر رہے ہیں، ایک مسلمان جسے حفاظت کی نعمت ملی ہے، اسے چاہیے کہ اپنی آزادی کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس سے پرہیز کرتے ہوئے اس سے استفادہ کرے۔ ممنوعات اور تقدیر کا مقابلہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا۔ مثال کے طور پر، انہیں باجماعت نمازوں اور علم کے مذہبی اجتماعات کے لیے مساجد کے سفر سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے عقیدے سے بالاتر ہو کر اس احساس تحفظ کو دوسروں تک پہنچائیں تاکہ پورا معاشرہ خطرے سے محفوظ رہے۔ درحقیقت سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو کسی شخص اور اس کے مال سے دور نہ رکھے۔ سیدھے الفاظ میں، ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہیے جو وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ سلوک کریں۔

ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اپنی اچھی صحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے، کیونکہ یہ ایک ایسی نعمت ہے جس کی اکثر صحیح معنوں میں تعریف کی جاتی ہے جب تک کہ وہ ضائع نہ ہو جائے۔ صحیح بخاری نمبر 6412 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنی اچھی صحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، انہیں اس کی تائید

اس وقت ملے گی جب وہ اپنی صحت سے محروم ہوجائیں گے۔ مثال کے طور پر، بیمار ہونے والے کو وہی اعمال صالحہ کرنے کا ثواب ملے گا جو وہ صحت مند ہونے کے وقت کرتے تھے، چاہے وہ اپنی بیماری کی وجہ سے انہیں مزید نہ کریں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ اپنی اچھی صحت سے استفادہ کرنے میں ناکام رہتے ہیں انہیں یہ تائید حاصل ہونے کا امکان نہیں ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اپنی صحت سے استفادہ کرنے میں اسراف اور فضول خرچی سے گریز کرتے ہوئے اس مادی دنیا میں اپنی ضروریات اور ان کے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے۔

کسی شخص کی بڑی پریشانیوں میں سے ایک ان کا رزق ہے۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ زمین آسمانوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کی گئی تھی۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ روزانہ رزق حاصل کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے دوسرے فرائض میں مشغول ہو اور بغیر کسی زور کے کل کے لیے منصوبہ بنائے، کیونکہ ان کا رزق یقینی ہے۔

آخر میں، اہم حدیث بھی سادہ طرز زندگی کو اپنانے کی ترغیب دیتی ہے، کیونکہ اس سے دماغ اور جسم کا سکون ہوتا ہے۔ مادی دنیا کے غیر ضروری پہلوؤں کے لیے جتنا زیادہ کوشش کرے گا، اتنا ہی زیادہ دباؤ ڈالے گا۔ مثال کے طور پر، جس کے پاس ایک مکان ہے اس کے پاس دو مکانات کے مالک کے مقابلے میں کم دباؤ اور معاملات سے نمٹنے کے لیے مسائل ہوں گے۔ اسی لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 4118 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

مادی دنیا - 10

صحیح بخاری نمبر 2886 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال اور عمدہ لباس کے غلاموں پر تنقید کی۔ یہ لوگ جب یہ چیزیں حاصل کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور نہ ملنے پر ناراض ہوجاتے ہیں۔

حقیقت میں، یہ تمام غیر ضروری دنیاوی چیزوں پر لاگو ہوتا ہے۔ یہ تنقید ان لوگوں کی طرف نہیں ہے جو مادی دنیا میں اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک حصہ ہے۔ لیکن اس کا حکم ان لوگوں کی طرف ہے جو یا تو مال حاصل کرنے کے لیے حرام کا پیچھا کرتے ہیں اور اپنی خواہشات اور دوسروں کی خواہشات کی تسکین کے لیے حلال اور غیر ضروری دنیاوی چیزوں کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ یہ طرز عمل انہیں اللہ تعالیٰ کی صحیح طریقے سے اطاعت کرنے سے روکتا ہے۔ اس اطاعت میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔ یہ انہیں ان دنیاوی نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں تناؤ اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

اس کے علاوہ یہ تنقید ان لوگوں کے لیے ہے جو اس وقت بے صبرے ہوتے ہیں جب وہ اس دنیا میں اپنی غیر ضروری خواہشات کو حاصل نہیں کر پاتے۔ یہ رویہ ایک مسلمان کو کنارے پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا سبب بن سکتا ہے۔ یعنی جب وہ اپنی خواہشات کو حاصل کرتے ہیں تو اس کی اطاعت کرتے ہیں لیکن جب وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو وہ غصے سے اس کی اطاعت سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

قرآن کریم نے یہ رویہ اختیار کرنے والے کے لیے دونوں جہانوں میں سخت نقصان سے خبردار کیا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 11:

" اور لوگوں میں سے وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے۔ اگر اسے اچھائی چھو جاتی ہے، تو اسے تسلی ملتی ہے۔ لیکن اگر وہ آزمائش میں پڑ جائے تو وہ منہ موڑ لیتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت کھو دی ہے۔ یہی صریح نقصان ہے۔''

مسلمانوں کو اس کے بجائے صبر کرنا اور اپنے پاس موجود چیزوں پر قناعت کرنا سیکھنا چاہیے کیونکہ صحیح مسلم نمبر 2420 میں موجود حدیث کے مطابق یہی حقیقی دولت ہے۔ دولت جبکہ مطمئن شخص لالچی نہیں ہوتا، یعنی ضرورت مند، اور یہ انہیں امیر بنا دیتا ہے، خواہ اس کے پاس اس دنیا کا تھوڑا سا بھی ہو۔ ایک مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو وہ عطا کرتا ہے جو ان کے لیے بہتر ہے نہ کہ ان کی خواہشات کے مطابق، کیونکہ یہ اکثر صورتوں میں ان کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔ باب 42 اشثورہ، آیت 27:

'' اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ زمین پر ظلم کرتے۔ لیکن وہ جس مقدار میں چاہتا ہے نازل کرتا ہے ۔ بے شک وہ اپنے بندوں سے باخبر اور دیکھنے والا ہے۔''

مادی دنیا - 11

صحیح بخاری نمبر 6439 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ اگر کسی کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ دوسری خواہش کرے گا اور اس کا پیٹ مٹی کے سوا کچھ نہیں بھرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے۔

یہ حدیث بہت زیادہ دنیاوی خواہشات رکھنے سے خبردار کرتی ہے۔ ان کے ساتھ مسئلہ، خواہ وہ حلال ہی کیوں نہ ہوں، یہ ہے کہ صرف ایک خواہش کو پورا کرنے سے اور زیادہ ہوتا ہے۔ ایک دروازہ دس دوسرے کی طرف جاتا ہے۔ اور یہ کبھی ختم نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی اس طرز عمل سے توبہ نہ کرے یا جب وہ مر جائے اور ان کی قبر کی مٹی ان کا پیٹ بھر جائے۔ حلال دنیوی خواہشات بھی ناجائز خواہشات کا باعث بن سکتی ہیں، جیسا کہ بہت سے لوگ جنہوں نے حرام کو ختم کیا وہ حلال خواہشات میں مبتلا ہونے سے شروع ہوئے۔ انسان کی جتنی زیادہ خواہشات ہوتی ہیں وہ اتنا ہی زیادہ محتاج ہوتا جاتا ہے جو کہ غریب ہونے کا دوسرا نام ہے۔ یہ غربت کبھی ختم نہیں ہوتی، خواہ وہ کتنا ہی حاصل کر لے یا کتنی ہی خواہشات پوری کرے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ فقیر کی ضروری ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ضمانت دی ہے، لیکن بادشاہوں کی خواہشات ادھوری رہ جاتی ہیں۔ مسلمان کو چاہیے کہ اس دنیا میں اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اسراف، فضول خرچی اور اسراف کے بغیر کوشش کرے۔ اور اس حقیقی غربت سے بچنے کے لیے انہیں اپنی دنیاوی خواہشات کو کم کرنا چاہیے اور اس کے بجائے دلوں اور جذبات کے قابو کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے سکون و راحت حاصل کرنا چاہیے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اسے عطا کی گئی ہیں۔ اس کو خوش کرنے کے طریقے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ جو لوگ اپنی حلال یا ناجائز خواہشات کو پورا کرنے کے جنون میں مبتلا ہیں، ان کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہوئے انہیں کبھی سکون نہیں ملتا، خواہ وہ کتنی ہی دنیاوی چیزوں کے مالک ہوں۔ درحقیقت جو لوگ اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں وہ ذہنی سکون سے سب سے زیادہ دور ہوتے ہیں اور پریشانی، تناؤ اور ڈپریشن کے قریب ترین ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ منشیات اور شراب کے عادی ہوتے ہیں۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، یقیناً اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی۔"

مادی دنیا - 12

سنن ابن ماجہ نمبر 4108 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مادی دنیا آخرت کے مقابلے میں سمندر کے مقابلے میں پانی کے قطرے کی طرح ہے۔

درحقیقت یہ تشبیہ اس لیے دی گئی تھی کہ لوگ یہ سمجھ سکیں کہ مادی دنیا آخرت کے مقابلے میں کتنی چھوٹی ہے۔ لیکن حقیقت میں ان کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ مادی دنیا عارضی ہے اور آخرت ابدی ہے۔ یعنی محدود کا لامحدود سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ مادی دنیا کو چار قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :شہرت، قسمت، اختیار اور کسی کی سماجی زندگی، جیسے ان کا خاندان اور دوست۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کسی کو کوئی بھی دنیاوی نعمت حاصل ہو جو ان گروہوں میں آتی ہے، وہ ہمیشہ نامکمل، عارضی ہوگی اور موت انسان کو نعمتوں سے کاٹ دے گی۔ دوسری طرف آخرت کی نعمتیں پائیدار اور کامل ہیں۔ تو اس لحاظ سے مادی دنیا ایک نہ ختم ہونے والے سمندر کے مقابلے میں ایک قطرے سے زیادہ نہیں ہے۔

اس کے علاوہ، ایک شخص کو اس دنیا میں طویل زندگی کا تجربہ کرنے کی ضمانت نہیں ہے، کیونکہ موت کا وقت نامعلوم ہے .جبکہ ہر ایک کو موت کا تجربہ کرنے اور آخرت تک پہنچنے کی ضمانت ہے۔ پس آخرت کے لیے کوشش کرنے پر جس تک پہنچنے کی ضمانت دی گئی ہے، ایک دن کے لیے جدو جہد کو ترجیح دینا بے وقوفی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی دنیا کو چھوڑ دے کیونکہ یہ ایک پل ہے جسے آخرت تک پہنچنے کے لیے عبور کرنا ضروری ہے۔ اس کے بجائے ایک مسلمان کو چاہیے کہ اس مادی دنیا سے اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق بغیر فضول خرچی اور اسراف کے پورا کرے۔ اور پھر اپنی بقیہ کوششیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے

ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے ابدی آخرت کی تیاری میں وقف کریں۔ .یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کر سکیں گے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

ایک ذہین انسان نہ ختم ہونے والے سمندر پر پانی کے ایک قطرے کو ترجیح نہیں دے گا اور ایک ذہین مسلمان دنیاوی مادی دنیا کو ابدی آخرت پر ترجیح نہیں دے گا۔

مادی دنیا - 13

سنن ابن ماجہ نمبر 4118 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔

اسلام مسلمانوں کو اپنی تمام دولت اور جائز خواہشات کو ترک کرنے کا درس نہیں دیتا بلکہ اس کی بجائے یہ سکھاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں مثلاً ان کے کھانے، لباس، مکان اور کاروبار میں سادہ طرز زندگی اپنائیں، تاکہ یہ انہیں فارغ وقت فراہم کرے۔ آخرت کے لیے مناسب طریقے سے تیاری کریں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا شامل ہے۔ اس سادہ زندگی میں اس دنیا میں کوشش کرنا بھی شامل ہے تاکہ کسی کی ضرورتوں اور ان کے محتاجوں کی ضرورتوں کو بغیر زیادتی، فضول خرچی اور اسراف کے پورا کیا جا سکے۔ ایک سادہ زندگی پر جتنا زیادہ توجہ مرکوز کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کا استعمال کرنا اتنا ہی آسان ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

اس کے علاوہ، ایک مسلمان کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ جتنی سادہ زندگی گزاریں گے، وہ دنیاوی چیزوں پر اتنا ہی کم دباؤ ڈالیں گے اور اس لیے وہ آخرت کے لیے اتنا ہی زیادہ کوشش کر سکیں گے، جس سے ذہنی، جسم اور روح کا سکون حاصل ہو گا۔ لیکن ایک شخص کی زندگی جتنی زیادہ پیچیدہ ہوگی، وہ اتنا ہی زیادہ دباؤ ڈالے گا، مشکلات کا سامنا کرے گا اور اپنی آخرت کے لیے کم

کوشش کرے گا، کیونکہ دنیاوی چیزوں سے اس کی مصروفیات کبھی ختم ہوتی نظر نہیں آئیں گی۔ یہ رویہ انہیں ذہنی، جسم اور روح کا سکون حاصل کرنے سے روک دے گا۔

سادگی دنیا میں آسودگی کی زندگی اور قیامت کے دن سیدھا حساب کتاب کا باعث بنتی ہے۔ جب کہ ایک پیچیدہ اور عیش و عشرت کی زندگی صرف ایک دباؤ والی زندگی اور قیامت کے دن سخت اور مشکل حساب کتاب کا باعث بنے گی۔ جتنا سخت احتساب ہو گا، اتنی ہی سزا ملے گی۔ صحیح بخاری نمبر 103 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مادی دنیا - 14

صحیح بخاری نمبر 6501 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جو دنیاوی چیزیں سماجی حیثیت میں بلند ہوتی ہیں وہ آخرکار اللہ تعالیٰ کی طرف سے پست ہو جاتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان مادی دنیا سے بچیں اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ مسلمانوں کو دنیوی تعلیم اور حلال پیشہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ یہ غیر قانونی دولت سے بچنے میں مدد کرتا ہے اور اس سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہوتا ہے، جیسے کہ ان کی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات کو پورا کرنا۔ اس فرض کو بیان کرنے کی ایک مثال سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود حدیث میں درج ہے۔

اصل حدیث کا مفہوم ہے کہ انسان دنیاوی کامیابی کو اپنی اولین ترجیح نہ بنائے بلکہ اپنی زیادہ تر کوششیں آخرت کی تیاری کے لیے وقف کرے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کسی کو کتنی ہی دنیاوی کامیابی مل جائے، آخرکار وہ ختم ہو جاتی ہے۔ یہ دھندلاہٹ یا تو اس وقت ہو گا جب کوئی زندہ ہو گا یا جب وہ مر جائیں گے تو ان کی کامیابی ان سے الگ ہو جائے گی۔ جامع ترمذی نمبر 2379 میں ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لاتعداد لوگوں نے سلطنتیں بنائیں اور دنیاوی کامیابیاں حاصل کیں لیکن سب ختم ہو گئے۔ کتنے لوگوں نے ابھی تک اپنے ناموں کو آسمانی کھردروں پر پلستر کرایا ہے، تھوڑی دیر بعد ان کے نام ہٹا دیے گئے اور وہ بھول گئے؟

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مصیبت کے بعد کسی شخص کو کامیابی نہیں دی جائے گی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور ناکامی کا سامنا کرنے پر ہمت نہ ہاریں۔ کلید یہ ہے کہ آخرت کی کامیابی کو دنیا پر ترجیح دی جائے اور مادی دنیا کی

نعمتوں اور کامیابیوں کو استعمال کرکے آخرت کی کامیابی حاصل کی جائے۔ حلال دنیوی کامیابی کے لیے کوشش کرکے اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ فضول خرچی اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنی ذمہ داریاں اور فرائض ادا کریں۔ اور انہیں اپنی دنیاوی کامیابیوں کو آخرت میں ان کی مدد کے لیے استعمال کرنا چاہیے، جیسے کہ اپنی زائد دولت کو عطیہ کرنا۔ اگر ان کی دنیاوی کامیابی شہرت ہے یا سیاسی، تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنا اثر و رسوخ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے استعمال کریں، کیونکہ اس سے ان کی آخرت میں مدد ہوگی۔ اس طرح کوئی اپنی دنیاوی کامیابی کو اپنی آخرت کے فائدے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

یہ جاننا ضروری ہے کہ جس کا مقصد صرف اس دنیا میں فائدہ اٹھانا ہے وہ آخرت میں فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ لیکن جس کا مقصد آخرت میں اپنے آپ کو فائدہ پہنچانا ہے، جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، اسے دونوں جہانوں میں امن و کامیابی کی صورت میں فائدہ پہنچے گا۔ یہ واحد طریقہ ہے جس سے کوئی اس بات کو یقینی بنا سکتا ہے کہ وہ اپنی دنیاوی کامیابی سے اس سے پہلے اور اس کے ناگزیر طور پر ختم ہونے کے بعد مستفید ہوتے رہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

مادی دنیا - 15

جامع ترمذی نمبر 2347 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اس کا حقیقی دوست وہ ہے جس میں درج ذیل خصوصیات ہوں۔

پہلی خصلت یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورتوں اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں اور صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو اسراف، فضول خرچی اور اسراف سے بچتے ہیں۔ یہ رویہ اس وقت اختیار کیا جا سکتا ہے جب وہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی کوشش کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

دوسری خصوصیت جو مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی قسم کی شہرت یا سماجی عزت حاصل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود حدیث کے مطابق یہ خواہش ایک مسلمان کے ایمان کے لیے اس تباہی سے زیادہ تباہ کن ہے جس سے دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ کو تباہ کرتے ہیں۔ کسی شخص کی شہرت اور رتبے کی خواہش اس کے ایمان کے لیے دولت کی خواہش سے زیادہ تباہ کن ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص اپنی محبوب دولت کو شہرت اور وقار کے حصول پر خرچ کرے گا۔

مادی دنیا سے لطف اندوز ہونے پر آخرت کی تیاری کو ترجیح دیتا ہے ۔ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 6723 میں موجود ایک حدیث میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص معاشرے میں قیادت جیسے مقام کی تلاش میں ہے اسے خود اس سے نمٹنے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا لیکن جو بغیر مانگے اسے حاصل کرے گا اس کی مدد اللہ تعالیٰ کرے گا۔ اعلیٰ، اس کے فرمانبردار رہنے میں۔ صحیح بخاری کی ایک اور حدیث نمبر 7148 میں متنبہ کیا گیا ہے کہ لوگ مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں گے لیکن یہ ان کے لیے قیامت کے دن بڑی پشیمانی ہوگی۔

یہ ایک خطرناک خواہش ہے کیونکہ یہ انسان کو اس کو حاصل کرنے کے لیے شدید کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے اور پھر اسے برقرار رکھنے کے لیے مزید کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے خواہ یہ ظلم اور دیگر گناہوں کی ترغیب دے۔

رتبہ کی خواہش کی بدترین قسم وہ ہے جب کوئی اسے مذہب کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2654 میں حدیث ہے کہ یہ شخص جہنم میں جائے گا۔

شہرت کا حصول بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرنے کی بجائے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے عمل کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس شخص سے کہا جائے گا کہ وہ قیامت کے دن اپنے اعمال کا بدلہ ان لوگوں سے حاصل کرے جن کے لیے اس نے عمل کیا، جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

شہرت کی تلاش ہر ایک کو خوش کرنے کے لیے منفی خصوصیات کو اپنانے کا سبب بھی بنتی ہے، جیسے کہ دو چہروں والا ہونا۔ یہ بہت سے گناہوں کا باعث بنتا ہے اور یہ شخص بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلے عام رسوا ہو گا۔ جن لوگوں کو وہ خوش کرنا چاہتے ہیں وہ ان پر تنقید اور نفرت کریں گے، چاہے وہ ان سے یہ بات چھپائیں۔

صحیح حدیث میں آخری بات یہ ہے کہ ان کی موت جلدی آتی ہے، ان کے سوگوار کم ہوتے ہیں اور جو وراثت وہ چھوڑ جاتے ہیں وہ کم ہے۔

ان کی موت اچانک آجاتی ہے تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں جلدی سے لے جایا جائے تاکہ انہیں سست اور طویل موت کی مشکلات سے بچایا جا سکے۔

ان کے ماتم کرنے والے کم ہیں، کیونکہ انہوں نے سماجی عزت کی تلاش سے گریز کیا اور گمنام رہنے کو ترجیح دی، کیونکہ وہ دوسروں کے سامنے اپنے نیک اعمال ظاہر کرنے سے ڈرتے تھے۔ لیکن ان کے پاس جو چند سوگوار ہیں وہ بہت سے امیروں اور مشہور لوگوں سے کہیں بہتر ہیں۔ ان کے چند سوگوار اپنے غم میں مخلص ہوتے ہیں اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں جب کہ بہت سے امیروں اور مشہور لوگوں کے ماتم کرنے والے اس طرح کا برتاؤ نہیں کرتے۔

انہوں نے جو وراثت چھوڑی ہے وہ بہت کم ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی نعمتوں کی اکثریت کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کر کے آخرت کی طرف منتقل کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ بھی انہوں نے چھوڑا ہے وہ دوسروں کے ہاتھ میں آجائے گا جو نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے جبکہ وہ، میت، اس کے حصول کے لیے جوابدہ ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ کسی شخص کا اہل و عیال اس کی قبر پر چھوڑ دیتے ہیں اور تنہا قبر میں اس کے اعمال ہی اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اعمال صالحہ حاصل کرنے پر توجہ مرکوز کرتے ہیں اور ان کا غلط استعمال کرتے ہوئے گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ وراثت کے طور پر بہت کم چھوڑ جاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے ساتھ آخرت کے لیے بہت کچھ لے جاتے ہیں تاکہ اپنی ضرورت کے وقت خود کو سہارا دے سکیں۔ باب 59 الحشر، آیت 18:

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو۔ اور ہر نفس کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا پیش کیا ہے۔''

آخر میں، وہ اپنے پیچھے بہت سی دنیاوی چیزیں نہیں چھوڑ سکتے، جیسے کہ مال اور جائیداد، لیکن وہ اپنے پیچھے نیکی کا ایک بہت بڑا ورثہ چھوڑ جاتے ہیں، جیسے جاری صدقہ اور مفید علم، جو ان کے مرنے کے بعد بھی انہیں فائدہ پہنچاتا رہتا ہے۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 1376 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

آخر میں، جو لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں، انہیں اس زبانی دعوے کی عمل سے تائید کرنی چاہیے۔ عمل کے بغیر دعوے دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ان میں سے ایک دلیل ان خصلتوں کو اپنانا ہے جو اس کی دوستی کا باعث بنتی ہیں۔ جو شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی کرے گا اسے آخرت میں اس کی صحبت نصیب ہوگی۔ باب 4 النساء آیت 69:

" اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انبیاء، ثابت قدمی کرنے والے، شہداء اور صالحین کا فضل کیا ہے۔

مادی دنیا - 16

صحیح بخاری نمبر 6514 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ دو چیزیں میت کو اس کی قبر پر چھوڑ دیتی ہیں اور اس کے پاس صرف ایک چیز باقی رہتی ہے۔ ان کو چھوڑنے والی دو چیزیں ان کا اہل و عیال اور مال ہیں اور ان کے پاس صرف ان کے اعمال باقی رہ جاتے ہیں۔

پوری تاریخ میں لوگوں نے ہمیشہ اپنی زیادہ تر کوششیں دولت اور خوش حال خاندان کے حصول پر مرکوز کی ہیں۔ حالانکہ اسلام ان چیزوں سے منع نہیں کرتا، جیسا کہ کسی کی ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کرنے کے لیے ان کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اسلام صرف مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے کہ وہ ان چیزوں کے لیے ان کی ضرورت سے زیادہ کوشش کریں اور ان صورتوں میں جب یہ چیزیں کسی کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکتی ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔

اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے ضروری دولت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور ایسا خاندان حاصل کرنا چاہیے جو انھیں آخرت کی تیاری کے لیے ترغیب دے۔ جب اس طرح سے استعمال کیا جائے تو یہ دونوں اچھے کام سمجھے جاتے ہیں۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6373 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ اس ذہین شخص کی نشانی ہے جو اس چیز کو ترجیح دیتا ہے جو اس کی ضرورت کے وقت صبر اور مدد کرے یعنی نیک اعمال۔ دوسری طرف، جو اپنے مال اور رشتہ داروں کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکنے کی اجازت دیتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، انہیں قرآن پاک میں خسارے میں جانے والا قرار دیا گیا ہے۔ باب 63 المنافقون، آیت 9:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔ " اور جو ایسا کرے گا وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

کچھ لوگ غلط طور پر یہ مان سکتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں، جیسا کہ اس نے انہیں بڑی دولت اور خاندان سے نوازا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کر کے ان کی الجھنوں کو دور کر دیا کہ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور قریب وہی ہے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرے۔ باب 34 سبا، آیت 37:

’’ اور تمہارا مال یا تمہاری اولاد تمہیں ہمارے مقام سے قریب نہیں کرتی بلکہ وہ ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیا‘‘۔

قرآن پاک کے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو متنبہ کیا ہے کہ ان کے مال اور رشتہ دار ان کو آخرت میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتے جب تک کہ وہ صحیح دل کے ساتھ آخرت تک نہ پہنچیں۔ باب 26 اشعرا، آیات 88-89:

’’ جس دن مال اور اولاد کسی کے کام نہ آئے گی۔ لیکن صرف وہی جو اللہ کے پاس سچے دل کے ساتھ آتا ہے۔"

صحیح دل کی تعریف طویل ہے لیکن سادہ الفاظ میں یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو خلوص نیت سے پورا نہ کریں، اس کی ممانعتوں سے باز نہ آئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا نہ کریں۔ اس پر درود ہو۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ مثبت خصوصیات کو اپناتے ہیں اور منفی خصوصیات کو ختم کرتے

ہیں۔ اچھے اخلاق کا حامل شخص اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے حقوق کو ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے انہیں دی گئی ہیں۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ ایک مضبوط روحانی دل اور جسم کا مالک ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ، کسی کا مال آخرت میں صرف اسی صورت میں فائدہ مند ہو سکتا ہے جب وہ اسے جاری خیراتی منصوبوں پر خرچ کر کے آگے بھیج دیں۔ اس کی تصدیق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 1376 میں موجود ایک حدیث سے کی ہے۔ یہی حدیث بنی نوع انسان کو بتاتی ہے کہ نیک اولاد اپنے فوت شدہ والدین کی مغفرت کی دعا بھی قبول کی جائے گی۔ بدقسمتی سے، اس دن اور دور میں بہت سے بچے اپنے فوت شدہ والدین کے لیے دعا کرنے کے لیے اپنی وراثت کی تلاش میں اتنے مصروف ہیں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک صالح بچہ جو اپنے فوت شدہ والدین کے لیے دعا کرتا ہے اس کی پرورش اس وقت تک ممکن نہیں جب تک والدین اپنی زندگی میں خود نیک اعمال انجام نہ دیں یعنی مثال کے طور پر رہنمائی نہ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ وہ اعمال صالحہ سے پرہیز کریں اور یہ امید رکھیں کہ ان کے اس سے نکل جانے کے بعد دوسرے ان کے لیے دعا کریں گے۔ دنیا انسان کو زندہ رہتے ہوئے نیک اعمال کی کوشش کرنی چاہیے اور پھر امید ہے کہ دوسرے ان کے انتقال کے بعد ان کے لیے دعا کریں گے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ آخرت کے لیے جو مال بھیجے گا وہی ان کو فائدہ دے گا۔ اس میں اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے خرچ کرنا شامل ہے، جیسے کہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی پر خرچ کرنا، جیسے کہ اپنے بچوں کی تعلیم۔ تمام مال جو فضول یا گناہ کے کاموں پر خرچ ہوتا ہے وہ مالک کے لیے تناؤ کا باعث بن جاتا ہے اور دونوں جہانوں میں ان کی سزا کا باعث بن سکتا ہے۔ لالچ کی وجہ سے صدقہ فطر کو روکنے والوں کو عبرتناک سزاؤں سے ڈرایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر صحیح بخاری نمبر 1403 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ جو شخص اس سنگین گناہ کا مرتکب ہو گا قیامت کے دن اس کا سامنا ایک بہت بڑا زہریلا سانپ ہوگا جو اس کے گرد لپیٹے گا اور اسے مسلسل کاٹے گا۔ باب 3 علی عمران، آیت 180:

"اور جو لوگ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو جو کچھ دیا ہے اسے روکے رکھنے والے ہرگز یہ نہ سوچیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے۔ بلکہ ان کے لیے بدتر ہے۔ ان کی گردنوں میں قیامت کے دن وہ گھیر لیا جائے گا جو انہوں نے روک رکھا تھا..."

سنن ابوداؤد نمبر 1658 میں ایک حدیث ہے جس میں تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت کے دن جو سونا اور چاندی ہے اسے جہنم کے شعلوں میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کے جسموں کو داغ دیا جائے گا، اگر اس نے واجب صدقہ نہ کیا۔ اس پر صدقہ واجب ہے۔

مزید برآں، میت کی طرف سے چھوڑی گئی دولت دوسروں کے لیے چھوڑ دی جائے گی، جب کہ میت اسے جمع کرنے کا ذمہ دار ہے۔ غور طلب ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر مال کسی ایسے شخص کے لیے چھوڑ دے جو اس کے پاس رکھنے کے قابل نہ ہو اور اس طرح اس کا غلط استعمال کرے تو اس کے لیے بھی میت کو ذمہ دار ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس، اگر کوئی اپنے پیچھے مال کسی ایسے شخص کے لیے چھوڑ جائے جو اسے صحیح طریقے سے خرچ کرتا ہے تو میت کو قیامت کے دن اس وقت بہت زیادہ پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا جب وہ اسے صحیح طریقے سے خرچ کرنے والے کو ملنے والے اجر عظیم کو دیکھیں گے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 7420 میں موجود ایک حدیث میں واضح فرمایا ہے کہ انسان اپنے مال کو صرف تین طریقوں سے استعمال کر سکتا ہے۔ پہلا وہ مال ہے جو ان کے کھانے پر خرچ ہوتا ہے۔ دوسرا مال وہ ہے جو ان کے کپڑوں پر خرچ کیا گیا اور آخری مال وہ ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کیا۔ باقی تمام دولت دوسرے لوگوں کے لیے چھوڑ دی جاتی ہے جب کہ اس کو جمع کرنے کا ذمہ دار میت کو ٹھہرایا جاتا ہے۔

مال جمع کرنا اور غلط طریقے سے مال خرچ کرنا انسان کو مادی دنیا سے محبت کرنے اور آخرت کو ناپسند کرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ وہ اپنے پیارے مال کو پیچھے چھوڑنے کو ناپسند کرتا

ہے، جو اس کے مرنے کے بعد واقع ہوگا۔ جو آخرت کو ناپسند کرتا ہے وہ اس کے لیے مناسب تیاری نہیں کرتا۔ یعنی وہ ان نعمتوں کو استعمال نہیں کریں گے جو ان کو عطا کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔

اس کے علاوہ اگر کوئی سچا تقویٰ اختیار کرنا چاہتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنا مال خرچ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ باب 3 علی عمران، آیت 92:

’’تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔‘‘

حقیقت میں، دولت ایک عجیب ساتھی ہے کیونکہ یہ صرف کسی کو فائدہ پہنچاتا ہے جب وہ اسے چھوڑ دیتا ہے، مطلب، جب اسے صحیح طریقے سے خرچ کیا جاتا ہے.

ایک شخص کو احمق کہا جائے گا اگر وہ بغیر کسی شرائط کے طویل سفر پر نکلے۔ اسی طرح جو اپنے مال کو آخرت کے طویل سفر کے لیے سامان کی صورت میں آگے نہیں بھیجتا وہ بھی بے وقوف ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ موت کے وقت انسان کو سب سے بڑا دکھ وہ ہوتا ہے جب اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنی محنت کی کمائی پیچھے چھوڑ کر خالی ہاتھ آخرت کی طرف سفر کر رہا ہے۔ ایک مسلمان کو ہر حال میں اس نتیجہ سے بچنا چاہیے۔

نیک اعمال انجام دینا ہی انسان کی قبر کی تیاری کا واحد ذریعہ ہے کیونکہ وہاں سکون کی کوئی دوسری چیز نہیں ملے گی۔ درحقیقت یہ آخرت میں اپنے ابدی گھر کی تیاری کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اس تیاری کو دنیاوی مادی دنیا کی تیاری پر ترجیح دینی چاہیے۔

ایک شخص کو احمق کہا جائے گا اگر اس کے پاس دو گھر ہوں اور وہ اپنی زیادہ تر کوششیں گھر کو خوبصورت بنانے میں صرف کرے جس میں وہ کم وقت صرف کرے، اسی طرح اگر کوئی مسلمان اس دنیا میں اپنے وقتی گھر کو خوبصورت بنانے میں زیادہ وقت اور محنت صرف کرے۔ آخرت کا ابدی گھر، وہ بھی بے وقوف ہیں۔ بعض کا یہ رویہ ہے، حالانکہ وہ تسلیم کرتے ہیں اور مانتے ہیں کہ ان کا اس دنیا میں قیام مختصر اور نامعلوم مدت کے لیے ہے، جب کہ آخرت میں ان کا قیام ابدی ہے۔ یہ رویہ ایمان کے یقین کی کمی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس لیے جو بھی اس ذہنیت کا حامل ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کی تلاش اور اس پر عمل کرے تاکہ اس کے ایمان کے یقین کو مضبوط کیا جا سکے اس سے پہلے کہ وہ تمام بھلائیوں سے محروم آخرت تک پہنچ جائے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی سچی اطاعت کے ساتھ، اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ ان کی قبر کی تیاری کرتا ہے، وہ اس کی قبر کو پاتا ہے۔ کہ ان کی نیکیاں انہیں سکون فراہم کرتی ہیں جبکہ ان کے جمع کردہ گناہ ان کے اندھیرے قبر میں قیام کو مزید بدتر بنا دیتے ہیں۔ لہٰذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی طاقت اور استطاعت کے مطابق کمزوری کا وقت آنے سے پہلے ہی نیک عمل کرے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اصل حدیث میں بیان کی گئی حقیقت کو پہچانے اور اس لیے جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے استعمال کرے، قبل اس کے کہ وہ اس وقت تک پہنچ جائے جب عمل صالح کے لیے ان کی مزید مہلت دینے کی درخواست رد کر دی جائے۔ باب 63 المنافقون، آیات 10-11:

اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ کہے کہ اے میرے رب کاش تو مجھے تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے تو میں صدقہ کر

دوں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں "لیکن اللہ کسی جان کو اس کا وقت آنے پر کبھی تاخیر نہیں کرے گا...

انہیں اب اپنے اعمال پر غور کرنا چاہئے تاکہ وہ گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر لیں اور نیک اعمال کرنے کی کوشش کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں غور و فکر کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ باب 89 الفجر، آیت 23:

"اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کے لیے کیا فائدہ ہوگا؟"

ہر ایک ان لوگوں پر غور کرے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان کی ضرورت کے وقت ان کو تسلی دینے کے لئے زیادہ نیک اعمال انجام دینے میں ان کی نااہلی ہے۔ اس وقت کے آنے سے پہلے جلدی کرو اور ناگزیر کی تیاری کرو۔ باب 15 الحجر، آیت 99:

‘‘اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہیں یقین آجائے۔’’

مادی دنیا - 17

جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ مال و دولت کی خواہش ایمان کے لیے دو بھوکے بھیڑیوں کی ہلاکت سے زیادہ تباہ کن ہے۔ بھیڑوں کا ایک ریوڑ.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہی کسی مسلمان کا ایمان محفوظ رہے اگر وہ اس دنیا میں دولت اور شہرت کی تمنا کرے جس طرح دو بھوکے بھیڑیوں سے شاید ہی کوئی بھیڑ بچ سکے۔ لہٰذا اس عظیم مثال میں دنیا میں زیادہ دولت اور سماجی حیثیت کے بعد حرص کی برائی کے خلاف سخت تنبیہ ہے۔

دولت کی طلب کی پہلی قسم وہ ہے جب کسی کو دولت سے شدید محبت ہو اور وہ اسے حلال ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح کا برتاؤ کسی عقلمند کی نشانی نہیں ہے کیونکہ ایک مسلمان کو پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ ان کا رزق ان کے لیے ضامن ہے اور یہ تقسیم کبھی نہیں بدل سکتی۔ درحقیقت خلقت کا رزق زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مختص کیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ شخص بلا شبہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں میں کوتاہی کرے گا کیونکہ وہ دولت کے حصول میں بہت زیادہ مشغول ہے۔ جو جسم دولت کے حصول میں بہت زیادہ مصروف ہو وہ آخرت کے لیے کبھی بھی مناسب تیاری نہیں کر سکے گا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ درحقیقت یہ شخص زیادہ دولت کے حصول کے لیے اتنی محنت کرے گا کہ اسے لطف اندوز ہونے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ اس کے بجائے، وہ اس دنیا سے چلے جائیں گے اور اسے دوسرے لوگوں کے لئے لطف اندوز کرنے کے لئے چھوڑ دیں گے، اگرچہ وہ اس کے لئے جوابدہ ہوں گے .یہ شخص حلال طریقے سے دولت حاصل کر سکتا ہے لیکن پھر بھی اسے ذہنی سکون نہیں ملے گا کیونکہ وہ جتنا بھی حاصل کر لیں وہ صرف اور کی خواہش کرے گا۔ یہ شخص محتاج ہے اور اس لیے حقیقی مفلس ہے خواہ اس کے پاس بہت زیادہ مال ہو۔ چونکہ زیادہ دولت حاصل کرنے کی کوشش میں زیادہ دنیاوی دروازے کھولنا اور مصروفیات شامل ہیں، وہ جتنا زیادہ اپنی دولت بڑھانے کی کوشش کریں گے، اتنا ہی کم ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کریں گے۔ اور جتنا زیادہ وہ

ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں ان کی قسمت کے حصول میں دی گئی ہیں۔ صرف وہی جو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

ایک ہی خواہش جو فائدہ مند ہے وہ ہے حقیقی دولت جمع کرنے کی خواہش، یعنی اعمال صالحہ تاکہ واپسی کے دن کی تیاری ہو۔

دوسری قسم کی دولت کی طلب پہلی قسم کی طرح ہے لیکن اس کے علاوہ یہ قسم کے لوگ ناجائز ذرائع سے مال حاصل کرتے ہیں اور لوگوں کے حقوق مثلاً صدقہ فطر ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس کے خلاف تنبیہ فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر صحیح مسلم نمبر 6576 میں موجود ایک حدیث میں آپ نے تنبیہ کی کہ اس رویے نے پچھلی امتوں کو تباہ کر دیا کیونکہ انہوں نے حرام چیزوں کو حلال کیا، دوسروں کے حقوق کو روکا اور مال کی زیادتی کی خاطر دوسروں کو قتل کیا۔ یہ شخص اس دولت کے لیے کوشش کرتا ہے جس کا وہ حقدار نہیں ہے جس سے بے شمار کبیرہ گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ جب کوئی یہ رویہ اختیار کرتا ہے تو وہ شدید لالچی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ کیا ہے کہ جامع ترمذی نمبر 1961 میں موجود ایک حدیث میں لالچی شخص اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہوتا ہے۔ درحقیقت سنن نسائی نمبر 3114 میں پائی جانے والی ایک حدیث متنبہ کرتی ہے کہ ایک سچے مسلمان کے دل میں شدید لالچ اور سچا ایمان کبھی جمع نہیں ہوگا۔

اگر کوئی مسلمان اس قسم کی حرص کو اپنائے تو اس کا شدید خطرہ ان پڑھ مسلمان پر بھی واضح ہے۔ یہ ان کے ایمان کو تباہ کر دے گا یہاں تک کہ سوائے تھوڑے کے کچھ باقی نہ رہے گا۔ جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ کسی کے ایمان کی یہ تباہی دو بھوکے بھیڑیوں کی تباہی سے زیادہ شدید ہے جنہیں بکریوں کے ریوڑ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ مسلمان اپنی موت کے وقت اپنے پاس موجود تھوڑے سے ایمان کو کھونے کا خطرہ رکھتا ہے، جو کہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

ایک شخص کی شہرت اور رتبے کی خواہش اس کے ایمان کے لیے زیادہ دولت کی خواہش سے زیادہ تباہ کن ہے۔ ایک شخص اکثر اپنی محبوب دولت کو شہرت اور سماجی حیثیت کے حصول پر خرچ کرتا ہے۔

ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص مقام و شہرت حاصل کر کے صحیح راستے پر قائم رہے جس کے تحت وہ مادی دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔ درحقیقت صحیح بخاری نمبر 6723 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص معاشرے میں لیڈر شپ جیسے مقام کا خواہاں ہے اسے خود اس سے نمٹنے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا لیکن اگر کوئی اسے مانگے بغیر حاصل کرے گا تو اس کی مدد کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ، اس کی فرمانبرداری میں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایسے شخص کا تقرر نہیں کرتے تھے جو کسی منصب پر فائز ہونے کی درخواست کرتا ہو یا اس کی خواہش بھی ظاہر کرتا ہو۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 6923 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ صحیح بخاری نمبر 7148 میں موجود ایک اور حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ لوگ مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے خواہش مند ہوں گے لیکن قیامت کے دن ان کے لیے یہ بڑی پشیمانی ہوگی۔ یہ ایک خطرناک خواہش ہے کیونکہ یہ انسان کو اس کو حاصل کرنے کے لیے شدید کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے اور پھر اس کو برقرار رکھنے کے لیے مزید کوشش کرنے پر مجبور کرتی ہے، خواہ یہ ظلم اور دیگر گناہوں کا ارتکاب کرے۔

رتبہ کی خواہش کی بدترین قسم وہ ہے جب کوئی اسے مذہب کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2654 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ شخص جہنم میں جائے گا۔

لہٰذا ایک مسلمان کے لیے زیادہ مال و دولت اور اعلیٰ سماجی رتبے کی خواہش سے بچنا زیادہ محفوظ ہے کیونکہ یہ دو چیزیں ہیں جو ان کے ایمان کی تباہی کا باعث بنتی ہیں اور آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے سے غافل ہوتی ہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے طریقوں سے عطا کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن پاک اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

مادی دنیا - 18

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ کچھ مسلمان اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کسی کے ایمان اور مادی دنیا کو ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ ملا کر چلنے کی ضرورت ہے بغیر کسی شخص کے دونوں میں انتہا درجے کی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس بیان کو دنیا کی حلال آسائشوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے استعمال کرتے ہیں، ان میں سے اکثر اس کو نہ تو سمجھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ قول صحیح ہے لیکن اس کا اطلاق ان دنیوی اور دینی معاملات پر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ مثال کے طور پر جسم کو صحت مند رکھنے کے لیے کبھی کبھار ورزش کرنا جو کہ ایک شخص کو دیا جانے والا اعتماد ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے سے غافل ہو کر، اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کر کے دنیا کی حلال لذتوں سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے، خواہ وہ معیاری واجبات کو پورا کرے۔ جیسا کہ سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود حدیث کے مطابق علم حاصل کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

اس کے علاوہ، ہاتھ میں ہاتھ ملا کر چلنا یہ تجویز کرے گا کہ ہر چیز کے لیے یکساں توجہ، کوشش اور وقت وقف کیا جائے۔ کتنے مسلمان ایمانداری سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مادی دنیا اور آخرت کی تیاری کے لیے یکساں محنت، توانائی اور وقت صرف کرتے ہیں؟ اگر وہ نہیں کرتے، اور زیادہ تر نہیں کرتے، تو وہ اس بیان کو کس طرح پورا کر رہے ہیں؟

ایک مسلمان کو اپنے آپ کو بیوقوف نہیں بنانا چاہئے کیونکہ زمین پر اس کا وقت محدود ہے اور جب وہ اس سے چلے جائیں گے تو انہیں دوسرا موقع نہیں دیا جائے گا۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ کم از کم یکساں وقت، محنت اور توانائی دونوں مادی دنیا اور آخرت کی تیاری کے لیے وقف کر کے اس قول کو پورا کرنے کی دیانتداری سے کوشش کریں۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ کچھ لوگ یہ استدلال کریں گے کہ عارضی ٹھکانہ اور ابدی ٹھکانہ کو برابر سمجھنا عقلمندی نہیں ہے۔

مادی دنیا - 19

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک متوازن زندگی کو برقرار رکھنے کی اہمیت پر غور کر رہا تھا جس کے تحت ایک مسلمان اس دنیا میں اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے، آخرت کے لیے مناسب تیاری کرتا ہے اور کبھی کبھار حلال لذت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک بہترین طریقہ ہے جس کو پورا کرنا بہت مشکل ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک تنگ رسی پر چلنا جس کے ذریعے انسان آسانی سے دونوں انتہاؤں میں سے کسی ایک میں گر سکتا ہے۔ ایک طرف وہ ہوتا ہے جب کوئی مادی دنیا پر بہت زیادہ توجہ مرکوز کرتا ہے جو اسے آخرت کی صحیح تیاری میں کوشش کرنے سے روکتا ہے۔ دوسرا پہلو وہ ہے جہاں انسان آخرت کی تیاری میں بہت کوشش کرتا ہے لیکن جدوجہد کرتا ہے اور اپنے دنیوی فرائض کی ادائیگی میں بھی ناکام رہتا ہے۔ لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ اگرچہ ایک کامل توازن بہترین ہے، آخرت کی طرف مائل ہونا اس مادی دنیا سے کہیں بہتر ہے۔ جیسا کہ آخرت کو پسند کرنے والے کو یہ دنیا مشکل ہو سکتی ہے لیکن آخرت میں ابدی کامیابی حاصل کرنے کے زیادہ امکانات ہیں۔ دوسری طرف جو دنیا کی طرف زیادہ جھکتا ہے وہ اس میں کامیاب ہوسکتا ہے لیکن آخرت میں اس کے ناکام ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں مادی دنیا کی طرف مائل ہونے کے مقابلے میں آخرت کی طرف مائل ہونا زیادہ محفوظ راستہ ہے۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان کامل توازن تلاش کرنے کے لیے جدوجہد کرتا ہے، جو کہ اکثریت کرتی ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے آپ پر مہربان ہو اور آخرت کی طرف زیادہ مائل ہو تاکہ وہ عارضی دنیاوی کامیابی کے بجائے ابدی کامیابی حاصل کر سکے۔
باب 87 العلا، آیات 16-17:

"لیکن تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔"

مادی دنیا - 20

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اپنا مال کھونے سے ڈرنا معمول کے رویے کا حصہ ہے۔ درحقیقت، عام طور پر یہ کہتے ہوئے کہ جس کے پاس جتنا زیادہ مال ہوگا اتنا ہی وہ انہیں کھونے سے ڈرے گا اور جتنا کم اس کے پاس ہوگا وہ اتنا ہی کم ڈرے گا۔ یہ بالکل اُس شخص کی طرح ہے جو آدھی رات کو بہت سی قیمتی چیزیں جیسے کہ ایک مہنگا فون اور ٹیبلیٹ اپنے پاس رکھتے ہوئے باہر نکلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس شخص کو اپنے مال کے کھونے کا زیادہ خوف اس شخص کے مقابلے میں ہوگا جو آدھی رات کو اپنے گھر سے کوئی قیمتی چیز نہ لے کر نکلے۔ اس لیے مسلمانوں کو اس دنیاوی اور ابدی آخرت کے حوالے سے اس کی حقیقت کو سمجھنا چاہیے۔ جس کے پاس دنیا کی بہت سی چیزیں ہوں جو اسے آخرت میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں، جیسے کہ اس نے زیادہ مال جمع کر رکھا ہے، وہ ہمیشہ اس دنیا سے جانے کا خوف رکھتا ہے موت کے ذریعے اور دنیا کی پریشانیاں اس کے مقابلے میں جس کے پاس دنیا کی کم چیزیں ہیں۔ یہ خوف ان چیزوں کا مقصد ہی ختم کر دیتا ہے جو ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنا ہے۔ درحقیقت، دماغ اور جسم کا سکون حاصل کرنا ہی اس مادی دنیا میں لوگوں کی کوششوں کی وجہ ہے۔ لیکن اس خوف کو دور کرنے کے لیے ایک مسلمان کو جسمانی طور پر خالی ہاتھ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں صرف روحانی طور پر اپنے مال سے الگ ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی اس مادی دنیا سے صرف اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے لے جاتا ہے اور پھر اپنی باقی دنیاوی نعمتوں کو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے سے استعمال کر کے آخرت کے لیے وقف کر دیتا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ان کے پاس ان کے سامان کے بجائے وہ واقعی اپنے مال کے مالک ہیں۔ اس سے ان کے مال کے کھونے کا خوف بھی دور ہو جائے گا کیونکہ وہ پہلے ہی انہیں محفوظ رکھنے کے لیے آخرت کے لیے بھیج چکے ہیں۔ اس سے وہ اس دنیا اور آخرت میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کر سکیں گے۔

مادی دنیا - 21

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایک واقعہ جو امام اصفہانی کی کتاب ہلیات الاولیاء نمبر 510 میں درج ہے کہ عظیم صحابی ابو درداء رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا ہاتھ ایک امیر اور طاقتور شخص سے نکاح میں دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے مشورہ دیا کہ اس نے ایسا صرف اس لیے کیا کیونکہ اسے ڈر تھا کہ اس کی بیٹی اس دنیا کی زیادتیوں اور آسائشوں میں گم ہو جائے گی جس سے بلاشبہ اس کے ایمان کو نقصان پہنچے گا۔

یہ عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت نے اس کے برعکس ذہنیت کیسے اختیار کی ہے۔ اور اکثر امیر اور بااثر لوگوں کے ساتھ تعلقات میں شامل ہونے کے لیے تلاش کرتے ہیں۔ وہ اکثر اپنے ایمان کی مضبوطی کے بارے میں کم فکر مند ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے خاندانوں سے رابطہ قائم کرنے میں ناکام رہتے ہیں جس کی خاص طور پر صحیح مسلم نمبر 3635 میں موجود حدیث میں نصیحت کی گئی ہے۔ اپنے رشتہ دار کی مالی مدد نہیں کر سکتے لیکن ساتھ ہی ساتھ انہیں اپنے رشتہ دار کے لیے مناسب شریک حیات تلاش کرنے کے لیے دولت اور سماجی حیثیت کو اپنا واحد معیار نہیں بنانا چاہیے۔

یہ واقعہ ہر حال اور حالات میں ایمان پر غور کرتے ہوئے ہمیشہ دوسروں کے لیے بھلائی تلاش کرنے کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کو صرف ایسے حالات میں آنا چاہیے جب وہ پختہ یقین رکھتا ہو کہ اس کے ذریعے اس کا ایمان مضبوط ہو گا یا کم از کم اس کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچے گا۔ اگر انہیں شبہ ہو کہ ایسا ہو سکتا ہے تو انہیں ہر قیمت پر اس سے بچنا چاہئے کیونکہ تمام دنیاوی چیزیں آتی جاتی رہتی ہیں لیکن ایمان کی قوت وہ چیز ہے جو آخرت میں ان کی آخری اور دائمی منزل کا تعین کرتی ہے اس لئے اس کی ہمیشہ حفاظت کرنی چاہئے۔

مادی دنیا - 22

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو صرف ایک دل دیا ہے۔ اس لیے اس کے اندر دو متضاد چیزیں بیک وقت نہیں رہ سکتیں جس طرح آگ اور برف ایک برتن میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ یہ اسی طرح ہے کہ کس طرح مشرق کی طرف جانے والا مسافر لامحالہ مغرب سے مزید دور چلا جائے گا۔ اسی طرح آخرت اور مادی دنیا دو متضاد ہیں۔ اس لیے وہ ایک ہی وقت میں کسی ایک شخص کے دل میں نہیں رہ سکتے۔ مادی دنیا سے جتنی زیادہ محبت اور عملی طور پر کوشش کرے گا وہ آخرت کے لیے اتنی ہی کم محبت اور عملی طور پر کوشش کرے گا۔ یہ ایک ناگزیر حقیقت ہے۔ ایک مسلمان کو یہ یقین کرنے میں خود کو بیوقوف نہیں بنانا چاہئے کہ یہ ممکن ہے۔ دونوں کبھی ایک دل میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ایک ہمیشہ دوسرے پر غالب آئے گا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی یہ مانتا ہے کہ وہ اس مادی دنیا کی حلال زیادتی میں ملوث ہو سکتا ہے تو اسے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ سب سے پہلے یہ ان کی آخرت کی تیاری سے توجہ ہٹا دے گا۔ دوم، یہ ان کو حرام سے اتنا قریب کر دے گا کیونکہ حلال چیزوں میں ملوث ہونا عموماً حرام کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے۔ اس ذہنیت سے بچنے والا اپنے ایمان اور عزت کی حفاظت کرے گا۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 87 الاعلیٰ، آیات 16-17:

"لیکن تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ جب کہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔

مادی دنیا - 23

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اگر کسی شخص کو کسی ملک کو عبور کرنا ہو اور اسے چننے کے لیے مختلف راستے پیش کیے جائیں، جیسے کہ خطرناک جنگل یا پہاڑ کے اوپر سے یا زیر زمین غار سے گزرنا ہو تو ایک ذہین انسان یقیناً آسان اور آسان راستہ کا انتخاب کرے گا۔ اس سے وہ دماغ اور جسم کا سکون حاصل کرتے ہوئے اپنی منزل تک بحفاظت پہنچ سکیں گے۔ صرف ایک احمق ہی ایک مشکل اور خطرناک راستے کا انتخاب کرے گا، جو خود پر غیر ضروری بوجھ ڈالے گا۔

درحقیقت ہر شخص اس دنیا کے سفر پر ہے اور اس کی منزل آخرت ہے۔ اس لیے ایک ذہین مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس دنیا کے راستے کا انتخاب کرے جو آخرت تک پہنچنے کے لیے آسان اور سیدھا ہو۔ یہ راستہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنے اور اس مادی دنیا سے صرف اور صرف تکمیل کے لیے لے جانے پر مشتمل ہے۔ ان کی ضروریات اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات فضول خرچی یا اسراف کے بغیر۔ اس سے وہ ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرتے ہوئے بحفاظت آخرت تک پہنچ سکیں گے۔ لیکن جتنا زیادہ انسان اس مادی دنیا کی زیادتی میں مبتلا ہو جائے گا اور غیر ضروری طور پر اپنے آپ کو لوگوں اور ان کی خواہشات کے لیے وقف کر دے گا اس کا سفر اتنا ہی مشکل ہوتا جائے گا۔ یہ رویہ انہیں صرف ذہنی اور جسمانی سکون سے محروم کر دے گا اور ان کے محفوظ طریقے سے آخرت تک پہنچنے کے امکانات کو کم کر دے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ زندگی ایک سفر ہے لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ پر مہربانی کریں اور آخرت میں محفوظ طریقے سے پہنچنے کے لیے آسان اور آسان راستے کا انتخاب کریں جس سے دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل ہو۔

مادی دنیا - 24

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حسد نے بہت سے مسلمانوں کو متاثر کیا ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2510 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر، یہ مسلمانوں کو بھلائی کی حمایت کرنے کے اہم فریضے کو پورا کرنے سے روکتا ہے، قطع نظر اس کے کہ یہ کام کون کرتا ہے کیونکہ غیرت مند شخص دوسروں کی مدد کرنے کی خواہش نہیں رکھتا کیونکہ انہیں یقین ہے کہ معاشرے میں دوسرے شخص کا درجہ ان کے اپنے سے بڑھ جائے گا۔

ایک مسلمان کو اپنے کردار سے حسد کو دور کرنے کے لیے قدم اٹھانا چاہیے۔ ایک چیز جو اس مقصد میں مدد کر سکتی ہے وہ ہے اس پر قناعت کرنا جو انسان کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی خواہشات کے مطابق نہیں دیتا کیونکہ یہ ان کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ وہ اس کے بجائے وہ دیتا ہے جو ہر شخص کے ایمان کے لیے بہترین ہے۔ اس کو سمجھنا دوسروں کے پاس موجود حسد کو ختم کر سکتا ہے۔ کتنے مسلمانوں نے ایسی دولت حاصل کی جس سے ان کا ایمان ٹوٹ گیا؟ اور کتنے مسلمانوں کو قیامت کے دن معاف کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے صبر سے امتحان لیا؟ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

دوسری بات سمجھنے کی یہ ہے کہ چونکہ یہ مادی دنیا محدود ہے اس کے اندر موجود چیزوں پر حسد کرنا آسان ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان آخرت کا ارادہ رکھتا ہے اور اسے مادی دنیا کی زیادتی پر ترجیح دیتا ہے تو یہ ان سے حسد دور کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ آخرت کی نعمتیں لامحدود ہیں اس لیے حسد کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ درحقیقت گھومنے پھرنے کی بہت سی نعمتیں ہیں، وہ کبھی ختم

نہیں ہوں گی۔ لیکن دنیا میں پائی جانے والی محدود چیزوں کا جتنا زیادہ مقصد اور خواہش کرے گا وہ اتنا ہی زیادہ غیرت مند ہوگا۔

مادی دنیا - 25

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں مادی دنیا کے بارے میں سوچ رہا تھا اور زیادہ تر لوگ اس کے لیے جتنی محنت کرتے ہیں اس کے مقابلے میں کسی کے مذہب کے لیے کی گئی کوششوں کے مقابلے میں۔ اگر کوئی مادی دنیا کا مشاہدہ کرے، جیسا کہ فلم انڈسٹری، تو اسے معلوم ہوگا کہ اس سے وابستہ لوگ کامیابی کے حصول کے لیے بہت زیادہ محنت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، لوگ نہ صرف ایک فلم بنانے میں ان گنت گھنٹے اور لاکھوں پاؤنڈ خرچ کرتے ہیں بلکہ اس کی تکمیل کے بعد وہ اس کی تشہیر میں مزید محنت اور پیسہ لگاتے ہیں۔ مشہور شخصیات میٹنگ یا انٹرویو کی خاطر پوری دنیا کا سفر کرتی ہیں جو صرف اپنے کام کی تشہیر کے لیے ایک گھنٹے سے بھی کم وقت کا ہوتا ہے۔

بدقسمتی سے، یہ بالکل واضح ہے کہ اکثر مسلمان اپنے مذہبی امور میں اس کوشش کا ایک حصہ بھی وقف نہیں کرتے ہیں، جیسے کہ اپنے ایمان کو مضبوط کرنے یا اسلام کی تبلیغ میں۔ سوشل میڈیا دنیاوی چیزوں سے بھرا ہوا ہے جس کے لیے لوگوں نے بہت زیادہ وقت اور پیسہ وقف کر رکھا ہے جس کا مشاہدہ کرنے والے ہر شخص کے لیے عیاں ہے۔ جبکہ سوشل میڈیا پر اسلامی تعلیم کے لیے وقف کردہ رقم اور کوشش اس کا ایک حصہ ہے۔ اسلام مسلمانوں کو دنیا کو مکمل طور پر ترک کرنے کی تعلیم نہیں دیتا جیسا کہ کسی کے حلال رزق کو جمع کرنے کے لیے ضروری ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان ایمانداری کے ساتھ اپنی زندگی اور روزمرہ کے کاموں کا جائزہ لے تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ ان کی محنت، مال اور وقت کی اکثریت مادی دنیا کے لیے وقف ہے۔ ایسا بہت کم دیکھنے میں آتا ہے جو اپنا زیادہ تر وقت اسلام اور آخرت کی تیاری میں لگاتا ہو۔ اگر لوگ دنیاوی چیزوں جیسے فلمیں بنانے میں اتنی محنت اور پیسہ وقف کر سکتے ہیں، حالانکہ یہ دنیاوی چیزیں ہیں مسلمانوں کو ابدی آخرت کے لیے اس سے بھی زیادہ محنت کرنی چاہیے۔ یہ دنیا دار لوگ اپنے دنیاوی منصوبوں کے لیے بہت زیادہ محنت کرتے ہیں اور اسی لیے کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ اگر مسلمان دنیا اور آخرت میں حقیقی کامیابی چاہتے ہیں تو انہیں بھی آخرت کی تیاری میں وقت اور توانائی صرف کرنی چاہیے۔ یہ یقین کرنا سراسر بے وقوفی ہے کہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کم سے کم کوشش کر کے یا کوئی کوشش نہ کر کے دنیا اور آخرت کی نعمتیں حاصل کر سکتا ہے، جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے پرہیز اور سامنا کرنا شامل ہے۔ صبر کے ساتھ تقدیر .اگر دنیاوی کامیابی بغیر محنت کے حاصل نہیں ہو سکتی تو مسلمان

کیسے یقین کر سکتا ہے کہ وہ بغیر محنت کے دینی کامیابی حاصل کر لے گا؟ باب 87 العلا، آیات 16-17:

"لیکن تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ جب کہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔

مادی دنیا - 26

کہ لوگ یہ سمجھیں کو ضروری ہے کہ میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ اس مادی دنیا میں ذہنی سکون حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں تو بھی اس دنیا میں حاصل کرنا ممکن نہیں کیونکہ اسے مادی دنیا میں نہیں رکھا گیا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

‘‘بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔’’

اگرچہ یہ حقیقت بہت سے لوگوں کو نظر انداز کر دیتی ہے، یہ بالکل واضح ہے کہ اس مادی دنیا میں انسان جتنا زیادہ کوشش کرتا ہے، اس کے لیے مادی دنیا کے اتنے ہی دروازے کھلتے ہیں۔ ایک دنیاوی کام کو پورا کرنے سے دس دوسرے کام ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص ایک مصروفیت سے دوسرے مشغلے میں چلا جاتا ہے جس کا کوئی انجام نظر نہیں آتا جب تک کہ وہ اس دنیا سے رخصت نہ ہو جائے۔ اس دنیا میں سکون حاصل کرنے کا واحد راستہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا ہے۔ اس مسلمان کو اللہ عزوجل کی طرف سے ذہنی سکون ملے گا۔ لیکن پھر بھی یہ سمجھنا ضروری ہے کہ حقیقی ذہنی سکون صرف آخرت میں ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کی زندگی خواہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو خواہ وہ اس مقام پر پہنچ جائے جہاں ان پر کوئی دنیوی یا دینی ذمہ داریاں نہ ہوں کیوں کہ اس نے ان سب کو برطرف کر دیا ہے اور اس کے بعد بھی ان کے پاس کوئی اور چیز نہیں ہے موت کی حقیقت، قبر اور قیامت کا دن انہیں حقیقی دیرپا امن حاصل کرنے سے روک دے گا۔ لہٰذا ایک مسلمان کو اس حقیقت کو سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ زندگی سے نمٹنے کے دوران صبر کرنے میں مدد کرتا ہے اور اس سے کیا حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک مسلمان کو آخرت کی تیاری کے لیے کوشش کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ پناہ کے باغات حاصل کر کے حقیقی پائیدار امن حاصل کر سکے۔ ایک ابدی آرام گاہ۔

مادی دنیا - 27

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اسلام مسلمانوں کو سکھاتا ہے کہ ان کے پاس موجود ہر نعمت جیسے مال یا اولاد، ان کے ہاتھ میں ہونی چاہیے نہ کہ ان کے دل میں۔ اس کے حصول کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کیا جائے نہ کہ اپنی خواہش کے مطابق۔ مثال کے طور پر کوشش کرنی چاہیے کہ اپنا مال صرف ان چیزوں پر خرچ کرے جن کا اسلام نے حکم دیا ہے، جیسے کہ انسان کی اپنی ضروریات اور اس کے محتاجوں کی ضرورتوں پر، جب کہ فضول خرچی اور اسراف سے پرہیز کیا جائے۔ یہ رویہ نعمت کے معنی سے وابستہ ہونے سے روکے گا، یہ یقینی بنائے گا کہ برکت ان کے دل کی بجائے ان کے ہاتھ میں رہے گی۔ یہ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے ایک اہم تصور ہے کیونکہ یہ کسی کو نعمت سے زیادہ وابستہ ہونے سے روکتا ہے۔ جیسا کہ ہر دنیوی نعمت ختم ہونے والی ہے یہ رویہ انسان کو ضرورت سے زیادہ اداس معنی بننے، غمگین اور افسردہ ہونے سے روکے گا جب یہ آخرکار ہوتا ہے۔ کسی کے ہاتھ میں نعمت کو ہاتھ میں رکھنا غم کا باعث بن سکتا ہے جب وہ اسے کھو دیتا ہے لیکن یہ اداسی اسلام میں قابل قبول ہے اور بے صبری اور ذہنی عارضے کا باعث نہیں بنتی، جیسا کہ ڈپریشن، جو شدید غم یعنی غم کا باعث بنتا ہے۔

اس کے علاوہ، یہ رویہ کسی کو اس نعمت کا غلط استعمال کرنے سے روکتا ہے جو اکثر اس وقت ہوتی ہے جب وہ ہاتھ کی بجائے کسی کے دل میں ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر غیر ضروری طور پر دولت جمع کرنا اور لالچ سے زیادہ جمع کرنا۔ اس تصور کی طرف باب 57 الحدید، آیت 23 میں اشارہ کیا گیا ہے:

" تاکہ تم اس چیز پر نا امید نہ ہو جو تم سے چھوٹ گئی ہے اور جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس پر فخر نہیں کریں گے۔"

چیزوں کو اپنے دل کی بجائے ہاتھ میں رکھنا یقینی بنائے گا کہ وہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ نعمت اللہ تعالیٰ کی ہے، ان کی نہیں۔ یہ ایک بار پھر بے صبری کو روکتا ہے جب کوئی بالآخر اسے کھو دیتا ہے۔ اس کی طرف سورہ البقرہ کی آیت نمبر 156 میں اشارہ کیا گیا ہے:

’’جو جب ان پر کوئی آفت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔‘‘

لہٰذا ایک مسلمان کو ہر نعمت کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق استعمال کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ ان کے دل کے بجائے ان کے ہاتھ میں رہے جس میں حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہو۔

مادی دنیا - 28

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جب لوگ، خواہ ان کے عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں، چھٹی پر جاتے ہیں تو وہ صرف اپنی ضرورت کی چیزیں پیک کرتے ہیں اور شاید تھوڑا سا اضافی لیکن وہ اوور پیکنگ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ساتھ جو رقم بھی لے جاتے ہیں وہ اپنے بیرون ملک قیام کے حوالے سے محدود کرتے ہیں۔ جب وہ آتے ہیں تو وہ اکثر ایسے ہوٹل میں ٹھہرتے ہیں جس میں عام طور پر چند ایکسٹرا کے ساتھ رہنے کی بنیادی ضروریات ہوتی ہیں۔ اگر انہیں یقین ہے کہ وہ مستقبل میں کبھی بھی اسی منزل پر واپس نہیں آئیں گے تو وہ کبھی گھر نہیں خریدیں گے کیونکہ وہ دعویٰ کریں گے کہ ان کا قیام مختصر ہے اور وہ واپس نہیں آئیں گے۔ انہیں چھٹی کے دوران یہ دعویٰ کرتے ہوئے نوکری نہیں ملتی کہ ان کا قیام مختصر ہے لہٰذا انہیں زیادہ پیسے کمانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ شادی نہیں کرتے اور نہ ہی بچوں کا دعویٰ کرتے ہیں کہ چھٹیوں کی منزل ان کا وطن نہیں ہے جہاں وہ شادی کریں گے اور بچے ہوں گے۔ عام طور پر، یہ چھٹی بنانے والوں کا رویہ اور ذہن سازی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ مسلمان واقعی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ جلد ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے، یعنی ان کا دنیا میں قیام بھی عارضی ہے جیسا کہ چھٹیوں پر ہوتا ہے، اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کا آخرت میں قیام ہمیشہ کے لیے ہے، لیکن وہ اس کے لیے مناسب تیاری نہیں کرتے۔ اگر انہیں واقعی یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کے پاس کم وقت ہے، اسی طرح چھٹی کی طرح، تو وہ اپنے گھروں پر زیادہ محنت نہیں کریں گے اور اس کے بجائے ایک سادہ گھر پر مطمئن رہیں گے جیسا کہ مسافر جو ایک سادہ ہوٹل سے مطمئن ہے۔ تو حقیقت میں، یہ دنیا مثال کے طور پر ابھی تک چھٹیوں کی منزل کی طرح ہے، مسلمان اسے ایک جیسا نہیں سمجھتے۔ اس کے بجائے، وہ ابدی آخرت کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی دنیا کو سنوارنے میں اپنی زیادہ تر کوششیں وقف کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات یہ یقین کرنا مشکل ہوتا ہے کہ کچھ مسلمان درحقیقت دائمی آخرت پر یقین رکھتے ہیں جب کوئی دیکھتا ہے کہ وہ دنیاوی دنیا کے لیے کتنی کوششیں کرتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممنوعات سے اجتناب کرتے ہوئے اور دنیا کی ضروریات کے حصول اور اس سے استفادہ کرنے پر راضی رہتے ہوئے صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے آخرت کی تیاری کی کوشش کریں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے صحیح بخاری کی حدیث نمبر 6416 میں مسلمانوں کو اس دنیا میں مسافروں کی طرح زندگی گزارنے کی تلقین فرمائی ہے۔ چھٹی کی منزل.

مادی دنیا - 29

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک بچے کی مشہور شخصیت کی اچانک موت کی اطلاع دی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ لوگوں کو یقین ہے کہ وہ کسی بھی لمحے مر سکتے ہیں، پھر بھی اکثریت کا برتاؤ ایسا ہے جیسے وہ لمبی زندگی گزاریں گے۔ کچھ لوگ اس مادی دنیا کے لیے اپنی کوششیں اس حد تک وقف کر دیتے ہیں کہ اگر انہیں لمبی عمر بھی مل جائے تو وہ اس دنیا سے زیادہ حاصل کرنے کی خاطر مزید کوشش نہیں کر سکتے۔ بدقسمتی سے، مسلمان آخرت کی تیاری میں اس یقین سے تاخیر کرتے ہیں کہ وہ مستقبل میں ایسا کر سکتے ہیں۔ وہ اکثر اس تیاری میں تاخیر کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اچانک ان کو بغیر تیاری کے موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس تیاری میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ چاہے وہ کتنے ہی عرصے تک زندہ رہیں، زندگی ایک دم سے گزر جاتی ہے۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ ہر موقع سے فائدہ اٹھا کر ابدی آخرت کی تیاری کریں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیا کو مکمل طور پر ترک کر دیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ آخرت کی تیاری کو ترجیح دیں، صرف مادی دنیا سے اپنی ضرورت کو لے کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ یہ رویہ انہیں دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے اور اگلے کے لیے بھی مناسب تیاری کرنے کا موقع دے گا۔ ایک مسلمان آخرت کی تیاری میں صرف اس وجہ سے ناکام ہوتا ہے کہ وہ اس مادی دنیا کی زیادتی کے پیچھے بھاگتا ہے، نہ کہ اپنی ضروریات اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنے سے، کیونکہ یہ آخرت کی تیاری کا ایک حصہ ہے۔

ایک مسلمان کو صحیح مسلم نمبر 7424 میں موجود حدیث کو یاد رکھنا چاہئے جس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ اس کی قبر میں صرف ایک شخص کا عمل اس کے ساتھ ہو گا جب کہ اس نازک لمحے میں

اس کا اہل و عیال انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے مسلمان کو اس چیز کو ترجیح دینی چاہیے جو اس کی ضرورت کے وقت ان کی مدد کرے۔

مسلمانوں کو آخرت کی تیاری میں دیر نہیں کرنی چاہیے ورنہ وہ بغیر تیاری کے اچانک موت کا سامنا کر سکتے ہیں کیونکہ موت کسی خاص عمر یا وقت پر نہیں آتی۔ اگر وہ تیاری کرنے میں ناکام رہتے ہیں، تو ان کے پاس پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں بچے گا جب کہ پچھتاوا انہیں فائدہ نہیں دے گا۔
باب 89 الفجر، آیات 23-24:

اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کو یاد کیسے آئے گا؟ وہ کہے گا، " کاش میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔

مادی دنیا - 30

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے زندگی کے دباؤ اور ذہنی عارضوں جیسے ڈپریشن سے متاثر ہوئے بغیر ان سے کیسے گزرنا ہے کے بارے میں بتایا۔ ایک چیز جو اس کو حاصل کرنے میں ایک مسلمان کی مدد کر سکتی ہے وہ یہ سمجھنا ہے کہ ان کے پاس موجود ہر دنیوی نعمت صرف ایک ذریعہ ہے جو انہیں آخرت تک محفوظ طریقے سے پہنچنے میں مدد فراہم کرے۔ یہ اپنے آپ میں ایک اختتام نہیں ہے۔ مثال کے طور پر، دولت ایک ایسا ذریعہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے استعمال کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، ان کی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنا چاہیے۔ یہ اپنے آپ میں کوئی حتمی یا حتمی مقصد نہیں ہے۔

اس سے نہ صرف ایک مسلمان کو آخرت پر توجہ مرکوز رکھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ جب بھی وہ دنیاوی نعمتوں سے محروم ہوتے ہیں تو یہ ان کی مدد کرتا ہے۔ جب ایک مسلمان ہر دنیاوی نعمت جیسے کہ بچہ کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتا ہے تو اس کے ضائع ہونے کا ان پر اتنا نقصان دہ اثر نہیں ہوگا۔ وہ اداس ہو سکتے ہیں، جو کہ ایک قابل قبول جذبہ ہے، لیکن وہ غمگین نہیں ہوں گے، جو بے صبری اور دیگر ذہنی مسائل، جیسے ڈپریشن کا باعث بنتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پختہ یقین رکھتے ہیں کہ جو دنیاوی نعمت ان کے پاس تھی وہ صرف ایک ذریعہ ہے، اس لیے اسے کھونے سے حتمی مقصد یعنی جنت میں نقصان نہیں ہوتا، جس کا نقصان تباہ کن ہے۔ لہٰذا، اب بھی حتمی مقصد پر توجہ مرکوز رکھنا انہیں غمگین ہونے سے روکے گا۔

اس کے علاوہ، وہ یہ سمجھیں گے کہ جس چیز کو انہوں نے کھویا وہ صرف ایک ذریعہ تھا، اسی طرح وہ پختہ یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے آخری مقصد تک پہنچنے اور اس کی تکمیل کے لیے دوسرے ذرائع فراہم کیے جائیں گے۔ اس سے وہ غم سے بھی بچیں گے۔ جبکہ جو شخص اپنی دنیوی نعمتوں کو وسیلہ کے بجائے آخری مقصد سمجھتا ہے، وہ اس کے کھو جانے

پر شدید غم کا شکار ہو گا کیونکہ اس کا پورا مقصد اور مقصد ضائع ہو گیا ہے۔ یہ غم ڈپریشن اور دیگر ذہنی مسائل کا باعث بنے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاس موجود ہر نعمت کو آخرت تک محفوظ طریقے سے پہنچنے کا ذریعہ سمجھیں نہ کہ اپنے آپ میں خاتمہ۔ یہ رویہ عملی طور پر اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب وہ عطا کی گئی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح کوئی بھی چیزوں کو ان کے قبضے میں رکھے بغیر حاصل کرسکتا ہے۔ اس طرح وہ دنیاوی چیزوں کو اپنے ہاتھ میں رکھ سکتے ہیں نہ کہ اپنے روحانی دلوں میں۔

مادی دنیا - 31

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ لوگ کس طرح کامل زندگی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ زیادہ تر لوگوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے یہ بالکل واضح ہے کہ وہ اپنی مادی دنیا کو سنوارنے کے لیے سخت کوشش کرتے ہیں۔ درحقیقت، بہت سے لوگ اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرتے ہوئے اس سے آگے بڑھتے ہیں تاکہ یہ کامل اور مستقل ہو جائے۔ مثال کے طور پر، لوگ کامل گھر بنانے کی کوشش میں بڑی مقدار میں دولت خرچ کرتے ہیں جبکہ اس امید کے ساتھ کہ یہ برقرار رہے گا۔ کمپنیاں کامل اور لازوال ہونے کی لوگوں کی اس خواہش سے اربوں کماتی ہیں، جیسے کاسمیٹک کمپنیاں۔ کچھ لوگ وقت کو ٹالنے اور کمال حاصل کرنے کی کوشش میں تکلیف دہ آپریشن برداشت کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کی روح کے اندر کوئی ایسی چیز ہے جو کمال اور دوام کی خواہش رکھتی ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انسان کتنے ہی وسائل استعمال کرے اور کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے، یہ دونوں چیزیں یعنی کمال اور دوام، اس دنیا میں حاصل نہیں ہوتیں۔ یہ اندرونی خواہش لوگوں کے اندر اس لیے رکھی گئی تھی کہ وہ ایک ایسی جگہ پر جہاں ان کا وجود ہو، یعنی آخرت میں کاملیت اور دوام کے لیے کوشش کریں۔

بدقسمتی سے، کچھ لوگوں نے اس خواہش کو غلط سمجھا اور اسے غلط جگہ دی۔ لہٰذا مسلمانوں کو یہ غلطی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد کرتے ہوئے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے اس خواہش کو صحیح جگہ پر رکھنا چاہیے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ تبھی وہ اس خواہش کو پورا کر سکیں گے اور حقیقی کمال اور دوام حاصل کر سکیں گے۔

مادی دنیا - 32

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے چوروں کے ایک گروہ کے بارے میں اطلاع دی جو پولیس کی طرف سے چوری کی گئی جائیداد کو برآمد کرنے کے بعد پکڑے گئے اور جیل بھیج دیا گیا۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ درحقیقت چوروں کے لیے بدتر صورت حال ہے کیونکہ انہیں نہ صرف جیل بھیجا گیا بلکہ وہ رہائی کے بعد چوری کی گئی دولت سے بھی لطف اندوز نہیں ہو سکیں گے۔ مطلب، ان کا فیصلہ کیا گیا اور وہ ایسی چیز چوری کرنے پر جیل کی سزا سنائی گئی جو اب ان کے پاس نہیں ہے۔ یہ سب سے بڑا نقصان ہے، جیسا کہ کوئی یہ بحث کر سکتا ہے کہ اگر چوروں کو سزا دی جاتی اور ان کے پاس جائیداد چوری کرنے کے جرم میں جیل بھیج دیا جاتا تو یہ ان کے لیے بہت بہتر ہوتا، کیونکہ وہ جیل سے رہا ہونے کے بعد اس سے لطف اندوز ہو سکتے تھے۔

مسلمانوں کو اس حقیقت کو سمجھنا چاہیے کہ قیامت کے دن ان کے اعمال کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا، دنیاوی اور مذہبی دونوں۔ لیکن بڑا اور اہم فرق یہ ہے کہ ان کے دنیاوی اعمال جیسے کہ غیر ضروری اور زائد مال و جائیداد کا حصول اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاک میں مل جائے گا۔ باب الکہف، آیات 7-8 18:

’’ بے شک ہم نے زمین کی چیزوں کو اس کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم ان کو آزمائیں کہ ان میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور جو کچھ اس پر ہے ہم اسے ایک بنجر زمین بنا دیں گے۔

جس طرح ان چوروں کو جن کو جائیداد کی سزا دی گئی تھی وہ اب ان کے پاس نہیں رہے تھے، اسی طرح لوگوں کو ان کے دنیاوی اعمال اور اس مال کے بارے میں سزا دی جائے گی جو ان کے پاس نہیں ہیں۔ کیا کوئی دنیاوی چیزوں پر جہنم میں بھیجے جانے کا تصور کر سکتا ہے، جیسے کہ شہرت اور خوش قسمتی، جو اب ان کے پاس نہیں ہے؟ صرف وہی چیزیں جو قیامت کے دن بھی ان کے قبضے میں ہوں گی اور جو ان کی سب سے بڑی ضرورت کے وقت ان کی مدد کریں گی وہ ان کے مذہبی اعمال ہیں جو ان نعمتوں کو استعمال کرنے کا نتیجہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ اپنی کوششوں کی اکثریت کہاں وقف کرے۔ یا تو دنیوی چیزوں اور اعمال کی طرف جو اس مادی دنیا کے ساتھ فنا ہو کر خاک ہو جائیں گے جب کہ وہ ان پر حساب کا سامنا کر رہے ہیں یا اپنی کوششوں کا زیادہ تر حصہ دینی کاموں کے لیے وقف کر دیں گے جو انہیں ایک عظیم دن پر صحبت، پناہ اور مدد فراہم کریں گے۔ باب 18 الکہف، آیات 103-104:

" کہہ دیجئے کہ کیا ہم تمہیں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والوں کے بارے میں بتائیں گے؟"

مادی دنیا - 33

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دنیاوی مسائل سے نمٹنے کے دوران مثبت ذہن رکھنے کی اہمیت کے بارے میں بتایا۔

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ صحیح ادراک پیدا کریں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کر سکیں، جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے۔ اس پر درود ہو۔ اس کے نتیجے میں ایک شخص کو دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسم کا سکون حاصل ہوتا ہے، کیونکہ یہ انسان کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔" "

یہ صحیح ادراک وہی ہے جو نیک پیشروؤں کے پاس تھا اور یہی وہ چیز ہے جس نے انہیں مادی دنیا کی اضافی آسائشوں سے بچنے اور آخرت کی تیاری کرنے کی ترغیب دی۔ یہ ایک اہم خصوصیت ہے اور اسے دنیاوی مثال سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ دو لوگ بہت پیاسے ہیں اور ایک کپ گدلا پانی کے پاس آتے ہیں۔ وہ دونوں اسے پینا چاہتے ہیں اگرچہ وہ پاک نہ ہو اور خواہ اس کا مطلب یہ ہو کہ اس پر جھگڑنا پڑے۔ جیسے جیسے ان کی پیاس بڑھتی جاتی ہے، وہ گندے پانی کے پیالے پر جتنا زیادہ توجہ مرکوز کرتے ہیں، اس حد تک کہ وہ ہر چیز پر توجہ کھو دیتے ہیں۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی اپنی توجہ ہٹا کر صاف پانی کے ایک دریا کو دیکھے جو کچھ ہی فاصلے پر تھا، تو وہ فوراً پانی کے پیالے پر توجہ کھو دیں گے، یہاں تک کہ وہ اب اس کی پرواہ نہیں کریں گے اور نہ ہی اس پر بحث

کریں گے۔ .اور اس کے بجائے وہ اپنی پیاس کو صبر سے برداشت کریں گے یہ جانتے ہوئے کہ خالص پانی کا ایک دریا قریب ہے۔ جو شخص دریا سے ناواقف ہے وہ شاید دوسرے شخص کے رویے میں تبدیلی کو دیکھ کر یقین کرے گا کہ وہ پاگل ہے۔ یہی حال اس دنیا میں دو طرح کے لوگوں کا ہے۔ ایک گروہ لالچ سے مادی دنیا پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ دوسرے گروہ نے اپنی توجہ آخرت اور اس کی پاکیزہ اور ابدی نعمتوں پر مرکوز کر دی ہے۔ جب کوئی اپنی توجہ آخرت کی سعادت کی طرف مبذول کر لیتا ہے تو دنیاوی مسائل اتنی بڑی بات نہیں لگتے۔ اس لیے صبر کو اپنانا آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اس دنیا پر اپنی توجہ مرکوز رکھے تو یہ اسے سب کچھ لگنے لگے گا۔ وہ اس کے لیے بحث کریں گے، لڑیں گے، محبت کریں گے اور نفرت کریں گے۔ بالکل اسی طرح جیسے پہلے ذکر کی گئی مثال میں شخص، جو صرف گندے پانی کے پیالے پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔

یہ صحیح ادراک صرف قرآن پاک میں موجود اسلامی علم کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں پایا جاتا ہے۔ باب 41 فصیلات، آیت 53:

’’ہم اُن کو اپنی نشانیاں افق اور اُن کے اندر دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر واضح ہو جائے گا کہ یہ حق ہے‘‘۔

مادی دنیا - 34

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں مختلف خیراتی منصوبوں کے بارے میں بتایا گیا کہ کس طرح لوگوں نے ضرورت مندوں کو خوش کرنے کے لیے اپنی پسند کی چیزوں کو قربان کیا۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ باب 3 علی عمران آیت 92 کی اہمیت کو سمجھیں۔

’’ تم اس وقت تک نیکی کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو، یقیناً اللہ اس کو جانتا ہے۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ کوئی شخص سچا مومن نہیں ہو سکتا، یعنی وہ اپنے ایمان میں نقص رکھتا ہے، جب تک کہ وہ اپنی پسند کی چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے وقف کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔ اگرچہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ اس آیت کا اطلاق دولت پر ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا مطلب بہت زیادہ ہے۔ اس میں ہر وہ نعمت شامل ہے جسے ایک مسلمان پسند اور پسند کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، مسلمان اپنے قیمتی وقت کو ان چیزوں پر صرف کرنے میں خوش ہوتے ہیں جو انہیں خوش کرتی ہیں۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ان فرضی فرائض سے ہٹ کر وقت دینے سے انکار کرتے ہیں جو ایک دن میں بمشکل ایک یا دو گھنٹے لگتے ہیں۔ لاتعداد مسلمان ابھی تک مختلف خوشگوار سرگرمیوں میں اپنی جسمانی طاقت کو وقف کرنے پر خوش ہیں، ان میں سے بہت سے لوگ اسے ان چیزوں کے لیے وقف کرنے سے انکار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتی ہیں، جیسے کہ رضاکارانہ روزہ۔ عام طور پر لوگ ان چیزوں میں کوشش کرنے میں خوش ہوتے ہیں جن کی وہ خواہش رکھتے ہیں جیسے کہ ضرورت سے زیادہ مال حاصل کرنا جس کی انہیں ضرورت نہیں ہے، اگرچہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اوور ٹائم کرنا پڑے اور اپنی نیند ترک کرنی پڑے، پھر بھی کتنے لوگ اللہ کی اطاعت میں اس طرح کوشش کرتے ہیں؟ اپنے احکام کو بجا لا کر، اس کی

ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے؟ کتنے لوگ اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں؟

یہ عجیب بات ہے کہ مسلمان ابھی تک حلال دنیاوی اور دینی نعمتوں کے خواہاں ہیں، ایک سادہ سی حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کہ وہ یہ چیزیں تب ہی حاصل کریں گے جب وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ اس کا شکر ادا کرنا باب 14 ابراہیم، آیت 7 ہے۔:

"اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا۔"

وہ کیسے کم سے کم چیزیں اس کے لیے وقف کر سکتے ہیں اور پھر بھی اپنے تمام خوابوں کو حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں؟ یہ رویہ واقعی عجیب ہے۔

مادی دنیا - 35

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دنیا بھر میں لوگوں کو درپیش بہت سی مشکلات کے بارے میں بتایا۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ وہ دنیاوی تعریفوں کے مطابق کسی صورت حال کو اچھے یا برے کے طور پر متعین نہ کریں۔ مثال کے طور پر، دنیاوی تعریف کے مطابق امیر ہونا اچھا ہے جبکہ غریب ہونا برا ہے۔ اس کے بجائے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اچھے اور برے واقعات اور چیزوں کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق قرار دیں۔ یعنی ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے قریب لے جائے، اس کے احکام کو پورا کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ کرنے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ ، اچھا ہے، چاہے یہ دنیاوی نقطہ نظر سے برا معلوم ہو۔ اور جو چیز بندے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور کر دے وہ بری ہے، خواہ وہ اچھی ہی کیوں نہ ہو۔

اسلام کی تمام تعلیمات میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جو اس بات کو ظاہر کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر قارون ایک انتہائی دولت مند شخص تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں رہتا تھا۔ اس وقت اور اب بہت سے لوگ اس کی دولت کو اچھی چیز سمجھتے ہیں لیکن جیسا کہ اس نے اسے غرور تک پہنچایا، یہ اس کی تباہی کا ذریعہ بن گیا۔ تو اس کے معاملے میں دولت مند ہونا بری بات تھی۔ باب 28 القصص، آیات 79-81۔

“ پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت کے ساتھ نکلا۔ جو لوگ دنیاوی زندگی کے خواہش مند تھے انہوں نے کہا کہ کاش ہم بھی ویسا ہی ہوتے جو قارون کو دیا گیا تھا، بیشک وہ بڑے خوش نصیبوں میں سے ہے، لیکن جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہنے لگے :تم پر افسوس !اللہ کا اجر اس کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ اور یہ صبر کے سوا کسی کو نہیں ملتا۔ "اور ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، اور اس کے لیے اللہ کے سوا اس کی مدد کرنے والی کوئی جماعت نہ تھی اور نہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اپنا دفاع کر سکتے تھے۔"

دوسری طرف اسلام کے تیسرے صحیح ہدایت یافتہ خلیفہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی دولت مند تھے، پھر بھی انہوں نے اپنی دولت کا صحیح استعمال کیا۔ درحقیقت ایک بار کثیر مال عطیہ کرنے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتایا کہ اس دن کے بعد کوئی چیز ان کے ایمان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 3701 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ پس اس کے معاملے میں مال ایک اچھی چیز تھی۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ہر مشکل کا سامنا کرتا ہے، اس کے پیچھے حکمتیں ہوتی ہیں، چاہے وہ ان کا مشاہدہ ہی کیوں نہ کرے۔ اس لیے انہیں دنیاوی نقطہ نظر سے کسی چیز کے اچھے یا برے ہونے پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔ یعنی اگر وہ چیز ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف ترغیب دیتی ہے تو یہ اچھی ہے خواہ بُری لگے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216:

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

مادی دنیا - 36

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جانوروں کی کفالت کی اطلاع دی۔ سب سے پہلے، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اسلام مسلمانوں کو تمام مخلوقات کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت سکھاتا ہے۔ مثال کے طور پر، امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 378 میں موجود ایک حدیث میں ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، کیونکہ اس نے ایک پیاسے کتے کو کھانا کھلایا تھا۔ یہ حدیث اس نصیحت کے ساتھ ختم ہوتی ہے کہ تمام مخلوقات کے ساتھ حسن سلوک کرنا ثواب کا باعث ہے۔ کوئی بھی کم نہیں، دنیا بھر میں انسانیت کی تکلیف کی ایک وجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے چیزوں کو غلط طریقے سے ترجیح دی ہے۔ مثال کے طور پر، کچھ انسانوں سے زیادہ جانوروں کی فلاح و بہبود کے بارے میں فکر مند ہیں۔ جب کوئی جانوروں سے محبت کرنے والوں کے رویے کا مشاہدہ کرتا ہے تو یہ بالکل واضح ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت نے دنیاوی دنیا کے لیے کوشش کو دائمی آخرت پر ترجیح دی ہے۔ یہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب کوئی ان کے روزمرہ کے معمولات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ غلط کاموں کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عمل کرنے پر نفلی اعمال کو ترجیح دیتے ہیں۔

ترجیحات میں یہ تبدیلی صرف اس وقت ہوئی جب مسلمانوں نے اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اس کے بجائے اپنی خواہشات کے مطابق عمل کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر چیز کو صحیح طور پر ترجیح دی اور اس طرح ہر ایک کے حقوق ادا کیے، کیونکہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق عمل نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے بجائے اس کے کہ اسلام کی تعلیمات اور ترجیحات کی فہرست کے مطابق کام کیا۔ جس نے ان کی زندگیوں کا مطالعہ کیا ہے اس پر یہ بات واضح ہے۔

جس طرح ایک طالب علم جو اپنے امتحانات کے لیے پڑھائی پر تفریح کو ترجیح دیتا ہے اس کے کامیاب ہونے کا امکان نہیں ہے، اسی طرح وہ لوگ جو اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو غلط طریقے سے ترجیح دیتے ہیں۔ غلط طریقے سے ترجیح دینے سے انسان اپنی زندگی میں چیزوں اور لوگوں کو غلط جگہ دیتا ہے اور یہ انہیں اپنی کوششوں اور وسائل کو غلط طریقے سے وقف کرنے

کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ سب کسی کی زندگی میں ایک بہت بڑی گڑبڑ کا باعث بنتے ہیں، جو دماغ اور جسم کی حقیقی سکون کو دور کر دیتا ہے۔

بحیثیت مجموعی انسانیت اور بالخصوص مسلمان دونوں جہانوں میں حقیقی کامیابی اور ترقی تب ہی حاصل کر سکیں گے جب وہ چیزوں کو صحیح طور پر ترجیح دیں گے، اس کا اطلاق دنیاوی اور مذہبی دونوں معاملات پر ہوتا ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب کوئی شخص اسلام کی تعلیمات کے مطابق عمل کرے۔ ترجیحات کی اس فہرست کو دوبارہ ترتیب دینے سے انسانیت کے لیے مسائل ہی پیدا ہوں گے، جو تاریخ کے اوراق پلٹنے سے بالکل عیاں ہے۔

مادی دنیا - 37

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک مشہور شخصیت کی کامیابیوں کی اطلاع دی۔ اس نے ان کی کامیابیوں کو ان کی میراث قرار دیا جو وہ اس دنیا سے جانے کے بعد لوگوں کے لیے استفادہ کے لیے چھوڑیں گے۔

سب سے پہلے، یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دنیاوی وراثت آتے جاتے ہیں۔ کتنے امیر اور طاقتور لوگوں نے بڑی بڑی سلطنتیں صرف اس لیے بنائی ہیں کہ ان کے مرنے کے فوراً بعد انہیں توڑ دیا جائے اور انہیں بھلا دیا جائے۔ ان میں سے کچھ وراثت سے پیچھے رہ جانے والی چند نشانیاں صرف لوگوں کو ان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی تنبیہ کرنے کے لیے پائی جاتی ہیں۔ ایک مثال فرعون کی عظیم سلطنت ہے۔ اسلام نہ صرف مسلمانوں کو نیک اعمال کی صورت میں اپنے آگے آخرت کے لیے برکتیں بھیجنے کا درس دیتا ہے بلکہ یہ انہیں اپنے پیچھے ایک خوبصورت میراث چھوڑنے کا بھی درس دیتا ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ درحقیقت، جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور اپنے پیچھے کوئی مفید چیز چھوڑ جائے، جیسے جاری صدقہ، تو انہیں اس کا اجر ملے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 4223 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ نیک عمل کرنے کی کوشش کرے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں آگے بھیجے، لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ اپنے پیچھے کوئی اچھی وراثت چھوڑنے کی کوشش کرے جو ان کے مرنے کے بعد ان کے لیے فائدہ مند ہو۔

بدقسمتی سے بہت سے مسلمان اپنے مال و جائداد کے بارے میں اس قدر فکر مند ہیں کہ وہ انہیں چھوڑ کر ہی چلے جاتے ہیں جس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہر مسلمان کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہئے کہ ان کے پاس اپنے لئے میراث بنانے کے لئے کافی وقت ہے، کیونکہ موت کا لمحہ نامعلوم ہے اور اکثر لوگوں پر غیر متوقع طور پر حملہ آور ہوتا ہے۔ آج وہ دن ہے جب ایک مسلمان کو صحیح معنوں میں اس وراثت پر غور کرنا چاہیے جو وہ اپنے پیچھے چھوڑیں گے۔ اگر یہ میراث اچھی اور فائدہ مند ہے، تو انہیں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے، جس نے انہیں ایسا کرنے کی توفیق بخشی۔ لیکن اگر کوئی ایسی چیز ہے جو ان کے لیے فائدہ مند نہیں ہے تو انہیں

چاہیے کہ وہ کوئی ایسی چیز تیار کریں جس سے وہ نہ صرف آخرت کی بھلائی کو آگے بھیجیں بلکہ نیکی بھی پیچھے چھوڑ جائیں۔ امید ہے کہ جو اس طرح خیر میں گھرا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ اس لیے ہر مسلمان کو اپنے آپ سے سوال کرنا چاہیے کہ ان کی میراث کیا ہے؟

مادی دنیا - 38

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک مشہور شخصیت کی موت اور ان کی دنیاوی کامیابیوں کی اطلاع دی۔ یہ قرآن پاک کی ایک آیت سے مربوط ہے جو باب 16 النحل آیت 96 میں موجود ہے:

"تمہارے پاس جو ہے وہ ختم ہو جائے گا، لیکن جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے"

اس مشہور شخصیت کی موت ان بہت سے مشہور لوگوں کی یاد دہانی تھی جو گزر چکے ہیں اور انہیں دنیا بالخصوص میڈیا اتنی جلدی کیسے بھول گیا تھا۔ کچھ مشہور شخصیات کا تذکرہ ان کی زندگی کے دوران ہمیشہ خبروں میں ہوتا تھا لیکن ان کے انتقال کے بعد ان کا تذکرہ شاید اگلے سال میں ایک بار ہوا تھا۔ اس کے علاوہ مادی دنیا میں جو چیزیں بھی انہوں نے حاصل کی تھیں، جیسے کہ شہرت، قسمت، اختیار اور اعلیٰ سماجی رتبہ، وہ سب خالی ہاتھ آخرت کا سفر کرتے ہوئے انتقال کر گئے۔

یہ نیوز آرٹیکل ان بہت سی مشہور شخصیات کی یاد دہانی بھی تھا جو اپنی صنعت میں چوٹی پر پہنچنے کے بعد افسردہ ہو گئے اور یہاں تک کہ خودکشی بھی کر لی۔ اس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب وہ اپنی حیا، وقار اور اخلاق جیسی بہت سی قربانیاں دے کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاتے ہیں تو انہیں وہ چیز نہیں ملتی جس کی وہ تلاش کر رہے تھے یعنی قناعت اور دائمی خوشی۔ جب وہ اپنی زندگی کا اندازہ لگاتے ہیں تو انہیں احساس ہوتا ہے کہ اپنے سابقہ اور زیادہ خوشگوار طرز زندگی کی طرف لوٹنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ جو چیزیں انہوں نے قربان کی تھیں وہ اب منتقل ہو چکی ہیں یا ختم ہو چکی ہیں۔ مثال کے طور پر، انہوں نے کسی اچھے شخص سے دوستی منقطع کر لی ہو گی کیونکہ انہوں نے انہیں شہرت کی خاطر اپنی عزت نفس کو قربان نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اب وہ

اپنے آپ کو ایسے لوگوں سے گھرے ہوئے پاتے ہیں جو صرف مال کی دنیا کی خاطر اپنی صحبت کی خواہش رکھتے ہیں۔ یہ اکثر تنہائی کا باعث بنتا ہے، حالانکہ وہ ایک بڑے گروہ سے گھرے ہوئے ہیں۔ پھر وہ قابو سے باہر ہو جاتے ہیں جو ایک بہت بڑی ذہنی خرابی کا باعث بنتے ہیں۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

سمجھنے کی اہم بات یہ ہے کہ دنیاوی کامیابی کے حصول میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ یہ حلال ہو۔ لیکن اسلام کی مقرر کردہ حدود کو حاصل کرنے کے لیے ان کو جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں، مثلاً ان کی حیا کا غلط استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ مادی دنیا پر آخرت کو بھی ترجیح دینی چاہیے یہ جانتے ہوئے کہ جو کچھ بھی دنیاوی چیز اسے ملے گی وہ آخر کار ان کی زندگی میں یا موت کے وقت چھوڑ جائے گی۔ اگر وہ اس کے برعکس رویہ اختیار کریں گے تو وہ بھی اس دنیا کی مشہور شخصیات کی طرح قبر میں خالی ہاتھ چھوڑ جائیں گے اور جن کو انہوں نے پیچھے چھوڑا ہے انہیں بھلا دیا جائے گا۔ لہٰذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلام کی حدود میں مادی دنیا سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے اپنے فرائض ادا کرے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے دماغ اور جسم دونوں جہانوں میں سکون ملتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

مادی دنیا - 39

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک مشہور ایتھلیٹ کے بارے میں اطلاع دی جس کا ناقابل شکست سلسلہ ٹوٹ گیا تھا۔ یہ واقعہ سنن نسائی 3618 نمبر میں موجود حدیث سے مربوط ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ ہر دنیاوی چیز جو بلند ہوتی ہے آخر کار اللہ تعالیٰ اسے پست کر دیتا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان مادی دنیا سے بچیں اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ مسلمانوں کو دنیاوی تعلیم اور حلال پیشہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ یہ غیر قانونی دولت سے بچنے میں مدد دیتی ہے اور اس کی ذمہ داریاں پوری کرنے کی ضرورت ہے۔ باب القصص، آیت 77 28:

" لیکن اس کے ذریعے تلاش کرو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے، آخرت کا گھر۔ اور]ابھی تک[، دنیا میں سے اپنا حصہ مت بھولنا..."

اس حدیث کا درحقیقت یہ مطلب ہے کہ دنیاوی کامیابی کو اپنی اولین ترجیح نہیں بنانا چاہیے بلکہ اپنی زیادہ تر کوششیں دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون کے حصول کے لیے وقف کر دینا چاہیے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب النحل، آیت 97 16:

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کسی کو کتنی ہی دنیاوی کامیابی مل جائے، آخرکار وہ ختم ہو جاتی ہے۔ یہ دھندلاہٹ یا تو اس وقت ہو گا جب کوئی زندہ ہو گا یا جب وہ مر جائیں گے تو ان کی کامیابی ان سے الگ ہو جائے گی۔ لاتعداد لوگوں نے عظیم سلطنتیں تعمیر کیں اور بہت سی دنیاوی کامیابیاں حاصل کیں، پھر بھی یہ تمام کامیابیاں آخرکار ختم ہو گئیں۔ کتنے لوگوں نے اپنے نام کو آسمانی کھرچوں پر صرف اس لیے پلستر کرایا ہے کہ ان کا نام ہٹا دیا جائے اور تھوڑی دیر بعد بھول جائے؟

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مصیبت کے بعد کسی شخص کو کامیابی نہیں دی جائے گی۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور ناکامی کا سامنا کرنے پر دستبردار نہ ہوں۔ کلید یہ ہے کہ مادی دنیا پر آخرت کی کامیابی کو ترجیح دی جائے اور مادی دنیا کی نعمتوں اور کامیابیوں کو استعمال کرکے آخرت کی کامیابی حاصل کی جائے۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو فضول خرچی اور اسراف کے بغیر ادا کرنے کے لیے حلال دنیاوی کامیابی کے لیے کوشش کر کے یہ حاصل کر سکتا ہے۔ انہیں اپنی دنیوی کامیابیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی اضافی دولت خیراتی منصوبوں میں خرچ کرکے دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے میں مزید مدد کرنی چاہیے۔ اگر ان کی دنیاوی کامیابی معاشرے پر اثرانداز ہو سکتی ہے تو انہیں اس کا استعمال اس طریقے سے کرنا چاہیے جس سے دوسروں کو فائدہ ہو۔ ایک مسلمان کو اس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے اس سے پہلے کہ اس کی دنیاوی کامیابی ختم ہو جائے اور وہ اسے استعمال کرنے سے دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرنے سے محروم ہو جائے۔

سیدھے الفاظ میں، مادی دنیا میں کامیابی ختم ہو جائے گی لیکن آخرت کی کامیابی باقی رہے گی، اس لیے مسلمانوں کو اپنی کوششیں اسی کے مطابق وقف کرنی چاہیے۔

مادی دنیا - 40

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے معاشرے اور ثقافت کے مثبت اور منفی اثرات کی اطلاع دی۔ صحیح بخاری نمبر 3294 میں موجود ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو بھی راستہ اختیار کیا، شیطان اس کے خوف سے دوسرا راستہ اختیار کرے گا۔ .شیطان کے اس طرح چلنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر اس کا اثر بہت کم تھا۔ شیطان جسمانی طور پر کسی کو گناہ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کے بجائے وہ سرگوشیوں کے ذریعے انہیں ایسا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ لیکن ان کے مؤثر ہونے کے لیے، وہ ایک شخص سے کسی قسم کی دنیاوی خواہش کا مالک ہونا چاہتا ہے۔ پھر وہ اپنی سرگوشیوں کے ذریعے اس دنیاوی خواہش کے بڑھنے کی ترغیب دیتا ہے یہاں تک کہ یہ انسان کو اس پر عمل کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اور اس طرح گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر شیطان کا اثر کم ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے دنیاوی خواہشات کو اپنے دل سے نکال دیا تھا۔ اس کی صرف خواہشات اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے سے وابستہ تھیں۔ لہٰذا اگر مسلمان شیطان کے اثر کو کم کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اپنے دل سے غیر ضروری خواہشات کو نکال دینا چاہیے۔ یہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب کوئی اس مادی دنیا کے اضافی اور غیر ضروری پہلوؤں میں ملوث ہونے سے باز رہے۔ وہ جتنا زیادہ یہ کام کریں گے، یہ دنیاوی خواہشات ان کے دل سے اتنی ہی نکل جائیں گی یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچ جائیں جہاں وہ اپنے تمام کاموں میں صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ شیطان اس شخص سے بھاگ جائے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا ان پر بہت کم اثر پڑے گا۔ لیکن اس مادی دنیا کے غیر ضروری پہلوؤں میں جتنا زیادہ مشغول ہو گا، اتنی ہی زیادہ دنیاوی خواہشات کے مالک ہوں گے اور اس لیے شیطان ان پر اتنا ہی زیادہ اثر ڈالے گا۔ باب 15 الحجر، آیات 39-40:

"]ابلیس [نے کہا :اے میرے رب، کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور زمین پر ان کے لیے]نافرمانی [کو خوشنما بناؤں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا، سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے۔ "

مادی دنیا - 41

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ایک بڑی رکاوٹ لمبی عمر کی جھوٹی امید رکھنا ہے۔ یہ ایک انتہائی قابل ملامت خصوصیت ہے کیونکہ یہ ایک مسلمان کے لیے آخرت کی تیاری پر مادی دنیا کو اکٹھا کرنے کو ترجیح دینے کا بنیادی سبب ہے۔ انسان کو صرف اپنے اوسطاً 24 گھنٹے دن کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے کتنا وقت مادی دنیا کے لیے اور کتنا وقت آخرت کے لیے وقف کرتے ہیں۔ درحقیقت، لمبی زندگی کی جھوٹی امید رکھنا ایک طاقتور ہتھیار ہے جسے شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ جب ایک شخص کو یقین ہوتا ہے کہ وہ طویل عرصے تک زندہ رہیں گے تو وہ آخرت کی تیاری میں تاخیر کرتے ہیں یہ جھوٹا یقین رکھتے ہوئے کہ وہ مستقبل قریب میں اس کی تیاری کر سکتے ہیں۔ زیادہ تر معاملات میں، یہ مستقبل قریب کبھی نہیں آتا اور ایک شخص آخرت کے لیے مناسب تیاری کیے بغیر ہی مر جاتا ہے۔

مزید برآں، لمبی عمر کی جھوٹی امید مخلصانہ توبہ اور اپنے کردار کو بہتر سے بہتر کرنے میں تاخیر کا باعث بنتی ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس ایسا کرنے کے لیے کافی وقت باقی ہے۔ یہ ایک شخص کو اس مادی دنیا کی چیزوں کو ذخیرہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جیسے کہ دولت، کیونکہ یہ انہیں یقین دلاتی ہے کہ انہیں زمین پر اپنی طویل زندگی کے دوران ان چیزوں کی ضرورت ہوگی۔ شیطان لوگوں کو یہ سوچنے پر ڈراتا ہے کہ وہ اپنے بڑھاپے کے لیے دولت جمع کر لیں کیونکہ جب وہ جسمانی طور پر کمزور ہو جاتے ہیں تو انہیں کوئی ان کا سہارا نہ ملے اور اس لیے وہ اپنے لیے مزید کام نہ کر سکیں۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق کا خیال ان کی چھوٹی عمر میں رکھا تھا اسی طرح بڑھاپے میں بھی ان کا رزق عطا فرمائے گا۔ درحقیقت خلقت کا رزق زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مختص کیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص اپنی زندگی کے 40 سال اپنی ریٹائرمنٹ کے لیے کس طرح وقف کر دے گا جو کہ شاذ و نادر ہی 20 سال سے زیادہ عرصہ تک رہتا ہے لیکن اس طرح ابدی کے لیے تیاری کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اس کے بعد

اسلام مسلمانوں کو یہ نہیں سکھاتا کہ دنیا کے لیے کچھ بھی تیار نہ کریں۔ مستقبل قریب کے لیے بچت کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ آخرت کو ترجیح دی جائے۔ اگرچہ، لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ابھی تک کسی بھی وقت مر سکتے ہیں، کچھ ایسے سلوک کرتے ہیں جیسے وہ اس دنیا میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ اگر انہیں زمین پر ابدی زندگی کا وعدہ دیا جائے تو وہ دن اور رات کی پابندیوں کی وجہ سے زیادہ مادی دنیا کو جمع کرنے کے لئے زیادہ کوشش نہیں کر سکیں گے۔ کتنے لوگ توقع سے پہلے انتقال کر گئے؟ اور کتنے ہیں جنہوں نے اس سے سبق سیکھا اور اپنا رویہ بدل لیا؟

درحقیقت موت کے وقت یا آخرت کے کسی دوسرے مرحلے پر انسان کو جو سب سے بڑا درد محسوس ہوتا ہے وہ آخرت کی تیاری میں تاخیر پر ندامت ہے۔ باب 63 المنافقون، آیات 10-11:

اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور وہ کہے کہ اے میرے رب کاش تو مجھے تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے تو میں صدقہ کر دوں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں "لیکن اللہ کسی جان کو اس کا وقت آنے پر کبھی تاخیر نہیں کرتا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔‘‘

ایک شخص کو احمق قرار دیا جائے گا اگر وہ اس گھر کے لیے زیادہ وقت اور دولت وقف کردے جس میں وہ صرف ایک مختصر وقت کے لیے رہنے والا تھا اس گھر کے مقابلے میں جس میں وہ بہت طویل عرصے تک رہنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ یہ دنیاوی دنیا کو ابدی آخرت پر ترجیح دینے کی مثال ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں کے لیے کام کریں لیکن جان لیں کہ موت کسی شخص کو اس وقت، حالت یا عمر میں نہیں آتی جو ان کو معلوم ہوتی ہے بلکہ اس کا آنا یقینی ہے۔ لہٰذا

اس کی تیاری اور اس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس کو اس دنیا میں مستقبل کی تیاری پر ترجیح دینی چاہیے جس کا ہونا یقینی نہیں ہے۔

مادی دنیا - 42

سنن ابو داؤد نمبر 4297 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متنبہ کیا ہے کہ عنقریب ایک دن آنے والا ہے جب دوسری قومیں مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گی اور اگرچہ وہ تعداد میں زیادہ ہوں گی۔ دنیا کی طرف سے غیر معمولی سمجھا جائے .اللہ تعالیٰ دوسری قوموں کے دلوں سے مسلمانوں کا خوف نکال دے گا۔ یہ مسلم قوم کی مادی دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کی وجہ سے ہو گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ابھی تعداد میں کم تھے، انہوں نے پوری قوموں پر غالب آ گئے جبکہ آج مسلمان تعداد میں زیادہ ہیں، دنیا میں ان کا کوئی سماجی یا سیاسی اثر و رسوخ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگی اسلام کی تعلیمات کے مطابق بسر کی اور دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے بجائے آخرت کی تیاری کی۔ انہوں نے ان نعمتوں کو استعمال کیا جو انہیں عطا کی گئی تھیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔

جبکہ آج اکثر مسلمانوں نے اس کے برعکس ذہنیت اختیار کر لی ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تمام گناہوں کی جڑ مادی دنیا کی محبت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بھی گناہ کیا جاتا ہے وہ اس کی محبت اور خواہش سے کیا جاتا ہے۔ مادی دنیا کو چار پہلوؤں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :شہرت، قسمت، اختیار اور کسی کی سماجی زندگی، جیسے ان کے رشتہ دار اور دوست۔ یہ ان چیزوں کے زیادہ حصول میں ہے جو گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں، جیسے کہ قسمت کی محبت میں ناجائز دولت کمانا۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ دولت اور اختیار کی محبت ایمان کے لیے اس تباہی سے زیادہ تباہ کن ہے کہ اگر دو بھوکے بھیڑیوں کو بکریوں کے ریوڑ پر چھوڑ دیا جائے۔ جب بھی لوگ مادی دنیا کے ان پہلوؤں کی زیادتی کے خواہاں ہوتے ہیں تو یہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بنتا ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ختم ہو جاتی ہے جو مصیبت کے سوا کچھ نہیں دیتی۔

اگرچہ بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ مادی دنیا کی ضرورت سے زیادہ چیزوں کا تعاقب کرنا بے ضرر ہے، لیکن یہ وہ چیز ہے جس کے خلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں تنبیہ کی ہے جیسے کہ صحیح بخاری نمبر 3158 میں موجود ہے۔ خبردار کیا کہ وہ مسلمانوں کی غربت سے نہیں ڈرتے۔ اس کو جس چیز کا اندیشہ تھا وہ یہ تھا کہ مسلمان اس مادی دنیا کی زیادتی کے پیچھے لگ جائیں گے، جیسے کہ دولت کی زیادتی، اور اس کی وجہ سے وہ اس پر ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے اور یہ ان کی تباہی کا باعث بنے گا۔ جیسا کہ اس حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ گزشتہ امتوں کا طرز عمل تھا۔

چونکہ مادی دنیا محدود ہے یہ ظاہر ہے کہ اگر لوگ اپنی ضروریات سے زیادہ چاہیں تو اس میں مقابلہ کرنا پڑے گا۔ یہ مقابلہ انہیں ان خصوصیات کو اپنانے پر مجبور کرے گا جو ایک سچے مسلمان کے کردار سے متصادم ہوں، جیسے کہ دوسروں کے لیے حسد اور دشمنی۔ وہ ایک دوسرے کی دیکھ بھال کرنا چھوڑ دیں گے کیونکہ وہ مادی دنیا کو جمع کرنے اور جمع کرنے میں مقابلہ کرنے میں بہت مصروف ہیں۔ اور وہ صحیح بخاری نمبر 6011 کی حدیث میں دی گئی اس نصیحت کی تردید کریں گے جس میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو ایک جسم کی طرح عمل کرنا چاہیے، جب جسم کے کسی حصے کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو باقی جسم درد میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ مقابلہ ایک مسلمان کو دوسروں کے لیے وہی پسند کرنا چھوڑ دے گا جو وہ اپنے لیے پسند کرتے ہیں، جو کہ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود ایک حدیث کے مطابق ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے، کیونکہ وہ دنیاوی چیزوں میں اپنے ساتھی مسلمانوں پر سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ اس مقابلے پر قائم رہنا ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے بجائے مادی دنیا کی خاطر محبت، نفرت، دینے اور سب کچھ روکنے کا سبب بنے گا، جو کہ سنن میں موجود حدیث کے مطابق ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو ہے۔ ابوداؤد، نمبر 4681۔ یہ مقابلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آج کے بہت سے مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہے۔ یہ رویہ مسلمانوں کو ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روک دے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ اس سے وہ اللہ تعالیٰ کی حمایت سے محروم ہو جائیں گے، جو ان کے دشمنوں کے لیے ان پر غالب آنے کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

اگر مسلمان اسلام کی طاقت اور اثر و رسوخ کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اس مادی دنیا کو حاصل کرنے، اس سے لطف اندوز ہونے اور ذخیرہ کرنے کی کوشش پر آخرت کی تیاری کو ترجیح دینی چاہیے۔ یہ انفرادی سطح سے ہونا چاہیے جب تک کہ اس کا اثر پوری قوم پر نہ پڑے۔

مادی دنیا - 43

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ دنیاوی کامیابی کو شہرت، قسمت، اختیار، خاندان، دوستوں اور کیریئر میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگرچہ دنیاوی کامیابی کے لیے کوشش کرنا اور حاصل کرنا حرام نہیں ہے، لیکن انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ دنیاوی کامیابی لوگوں کو آزمائش کے طور پر دی جاتی ہے۔ عام طور پر، دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے بعد چار راستے ایسے ہیں جن میں سے کوئی انتخاب کرسکتا ہے جو اس بات کا تعین کرتا ہے کہ آیا وہ امتحان پاس کرتے ہیں یا نہیں۔ پہلا راستہ یہ ہے کہ ایک اچھا کیریئر جیسی دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے بعد، ایک مسلمان اپنے کیریئر میں خود کو کھو دیتا ہے اور اپنے کیریئر میں ترقی کو سب سے زیادہ ترجیح دیتا ہے۔ وہ پیسہ کمانے کے بارے میں کم پریشان ہیں اور اپنے کیریئر میں آگے بڑھنے پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ اس قسم کے افراد عام ہیں، جس کے تحت وہ خوشی سے کم تنخواہ والے کے لیے زیادہ تنخواہ ترک کر دیتے ہیں صرف اس لیے کہ مؤخر الذکر کے پاس اپنے کیریئر میں ترقی کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔ ان کا ارادہ اور کوشش انہیں اس دنیا میں سکون حاصل کرنے اور عملی طور پر قیامت کے دن کی تیاری سے غافل کر دیتی ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے بعد دوسرا راستہ جس کا انتخاب کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے میں خود کو کھونا، جیسے اپنے کاروبار کو بڑھانا اور مالی مواقع میں سرمایہ کاری کرنا۔ یہ شخص اپنے کیریئر میں آگے بڑھنے اور اپنی دولت خرچ کرنے سے کم پریشان ہوتا ہے لیکن صرف زیادہ دولت کمانے کی فکر کرتا ہے۔ ان کی نیت اور کوشش انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے اور عملی طور پر قیامت کے دن کے لیے تیاری کرنے سے روکتی ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔

دنیاوی کامیابی ملنے کے بعد تیسرا راستہ وہ اختیار کر سکتا ہے جب کوئی شخص اپنی حاصل کردہ دنیاوی کامیابیوں جیسے دولت یا شہرت سے لطف اندوز ہونے میں مگن ہو جائے۔ انہوں نے دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کی اور اس لیے اس سے لطف اندوز ہونے کا حقدار محسوس کیا۔ یہ لوگ زیادہ دولت کمانے یا اپنے کیرئیر میں آگے بڑھنے سے کم پریشان ہوتے ہیں اور اس کے بجائے صرف اپنے آپ سے لطف اندوز ہونے کی فکر کرتے ہیں اور اس وجہ سے تفریح، تفریح اور گیمز جیسے چھٹیوں پر جانا اور پارٹیوں میں شرکت کرنا۔ ان کی نیت اور کوشش انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے اور عملی طور پر قیامت کے دن کے لیے تیاری کرنے سے روکتی ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔

یہ تین راستے انسان کو دنیوی کامیابی کے امتحان میں ناکامی کا باعث بنتے ہیں، خواہ وہ حلال پر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ چیزیں دنیا کی کامیابی کی وجہ نہیں تھیں۔

آخری اور صحیح راستہ وہ منتخب کر سکتا ہے جب اسے دنیاوی کامیابی مل جائے تو وہ اس کامیابی کو استعمال کرتے ہیں، جیسے کہ دولت، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس پر درود ہو۔ اس کے ذریعے وہ اپنی دنیاوی کامیابی کا امتحان پاس کرتے ہیں اور ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرتے ہیں۔ وہ ایک آرام دہ زندگی گزارنے کے لیے اپنی دنیوی کامیابیوں کو استعمال کرنے کے درمیان ایک اچھا توازن حاصل کرتے ہیں لیکن ضرورت سے زیادہ فضول خرچی اور اسراف سے بچتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی دنیاوی کامیابی سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کامیابی اعتدال کے ساتھ اس سے لطف اندوز ہونے میں مضمر ہے تاکہ انسان ذہنی سکون حاصل کرنے اور عملاً روزِ حشر کی تیاری میں مشغول نہ ہو، جس میں دنیا کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے طریقوں سے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب کوئی قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھے اور اس پر عمل کرے۔ یہ اس کے لیے ممکن نہیں ہے جو دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے بعد زیر بحث پہلے تین راستوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے۔

مادی دنیا - 44

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ بہت سے مسلمان قرآن پاک کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے بچنے کے لیے کلاسیکی بہانے استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک والدین اپنے بچے کی پرورش میں اپنی مصروفیت کو اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے بچنے کے لیے بہانے کے طور پر استعمال کریں گے۔ ہر وہ چیز جو انسان کو اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے سے روکتی ہو، جو کہ ان کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرنا ہو، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن ان کے لیے عذاب اور لعنت۔

سب سے پہلے، ایک مسلمان کو اپنے آپ کے ساتھ ایماندار ہونا چاہیے، کیونکہ اپنے آپ سے جھوٹ بولنا ہی اسے دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون سے روکتا ہے۔ اگر کسی مسلمان کے پاس فلمیں اور ٹیلی ویژن شو دیکھنے کا وقت ہے تو اس کے پاس اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا وقت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر دنیاوی چیز جو اسے عطا کی گئی ہے تب ہی وہ نعمت بنتی ہے جب وہ اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس پر اس میں اسلامی علم کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے تئیں اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنا شامل ہے۔ اگر یہ دنیوی چیزیں مثلاً میاں بیوی، اولاد یا پیشہ کسی کو اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے روکتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دنیاوی چیزیں ان کے لیے صرف لعنت اور عذاب بن چکی ہیں، جو ان کی سستی کا براہ راست نتیجہ ہے۔ اور برا رویہ.

اسلامی علوم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے جو بھی وقت ہو اسے صرف کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے یہ توقع نہیں رکھتا کہ وہ عالم بنیں، لیکن انہیں چاہیے کہ وہ کچھ وقت، جو بھی وقت حاصل کر سکے، اسلامی علوم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے وقف کریں، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ اپنے رویے کو آہستہ آہستہ بہتر بنا سکیں۔ جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔

مادی دنیا - 45

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ چیزوں کی قدر کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے، کسی کو کبھی بھی سوشل میڈیا، فیشن اور ثقافت کے خیالات کو قبول نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ وہ اکثر یہ غلط سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر، سوشل میڈیا اور ثقافت سکھاتا ہے کہ بہت ساری دولت کا ہونا قیمتی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دولت سے زیادہ ہونا ہی تناؤ کا باعث بنتا ہے، خاص کر جب اس کا غلط استعمال کیا جائے۔

چیزوں کی قدر کو جانچنے کا ایک بہترین طریقہ، جو کہ زیادہ تر معاملات میں اسلام کی تعلیمات سے تعلق رکھتا ہے، یہ دیکھنا ہے کہ کوئی چیز برقرار ہے یا نہیں۔ تمام چیزیں جن کی حقیقی قدر ہوتی ہے، جیسے ذہنی سکون اور اچھے اعمال، برداشت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جس نے ایک نیک کام انجام دیا ہے، جیسے کہ مقدس زیارت کے سال پہلے، وہ اب بھی اس ذہنی سکون کو محسوس کرے گا جب وہ اس کے بارے میں سوچتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت سے حاصل ہونے والا ذہنی سکون وہ چیز ہے جو برداشت بھی کرتی ہے، خواہ کسی بھی صورت حال کا سامنا ہو۔ جبکہ جن چیزوں کی حقیقی قدر کم ہوتی ہے وہ کبھی برداشت نہیں کرتی، جیسے تفریح اور تفریح۔ مثال کے طور پر، جب کوئی فلم دیکھنا ختم کر لیتا ہے، تو وہ دیکھنے کے لیے اگلی چیز تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں، کیونکہ فلم کے ختم ہونے کے بعد وہ مزہ ختم ہو جاتا ہے۔ آرام سے چھٹیوں پر جانا بھی ایسا ہی ہے۔ جب کوئی تعطیلات سے واپس آتا ہے، تو وہ اکثر اگلے کی منصوبہ بندی شروع کر دیتے ہیں، کیونکہ چھٹی کے دن جو مزہ انہوں نے محسوس کیا تھا وہ گھر واپس آتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ دوست ہونا ایک اور بہترین مثال ہے۔ بہت سے لوگ دوستی کی خاطر بہت کچھ قربان کر دیتے ہیں حالانکہ وہ دوستیاں جن کی جڑیں دنیا میں ہیں وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ختم ہو جاتی ہیں۔ بہترین دوست اجنبی بن جاتے ہیں۔

چیزوں کا مشاہدہ کرنا کہ وہ برداشت کرتے ہیں یا نہیں اس لیے یہ فیصلہ کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہے کہ کس چیز کی حقیقی قدر ہے اور کیا نہیں۔ اس سے کوئی سیکھ سکتا ہے کہ انہیں اپنی کوششیں اور وسائل کہاں وقف کرنے چاہئیں۔ باب 16 النحل، آیت 96:

"تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا، لیکن جو اللہ کے پاس ہے وہ پائیدار ہے۔"

مادی دنیا - 46

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اگر کوئی لوگوں کا مشاہدہ کرے تو وہ واضح طور پر دیکھیں گے کہ ذہنی سکون اور کامیابی شہرت، قسمت، اختیار، خاندان، دوستوں یا کسی کے کیریئر سے نہیں ہوتی۔ یہ واضح ہے، کیونکہ جن لوگوں کے پاس ان چیزوں میں سے سب سے زیادہ ہے وہ کسی اور کے مقابلے میں زیادہ جذباتی اور ذہنی مسائل کا سامنا کرتے ہیں، جیسے کہ بے چینی، ڈپریشن، تناؤ اور خودکشی کے رجحانات اور وہ سب سے زیادہ منشیات اور شراب کے عادی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی لوگوں کے دلوں کو کنٹرول کرتا ہے جو کہ ذہنی سکون کا مرکز ہے، وہی فیصلہ کرتا ہے کہ سکون کس کو حاصل ہے۔ اسے حاصل کرنے کی شرط صرف خلوص کے ساتھ اس کی اطاعت ہے، جو نعمتیں اس کی رضامندی کے طریقوں سے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28:

‘‘بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔’’

اور باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کریں گے۔"

جبکہ اس اطاعت سے روگردانی کرنے والے کو سکون قلب اور دونوں جہانوں میں کامیابی سے روک دیا جائے گا، خواہ اس کے قدموں میں دنیا ہی کیوں نہ ہو۔ باب 20 طٰہٰ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

لیکن اس بحث کا مقصد کچھ اور سمجھنا ہے۔ چونکہ ذہنی سکون اور کامیابی کا تعلق دنیاوی چیزوں سے نہیں ہے جیسے کہ دولت، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان اس مادی دنیا کو چھوڑ دے اور وہ مواقع جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیے ہیں، جیسے کہ خود کو تعلیم دینے کا موقع۔ اسلام توازن کا مذہب ہے اور اس معاملے میں بھی توازن بہترین ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان جائز مواقع کا استعمال کرے جو انہیں عطا کی گئی ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرنے سے روکے بغیر۔ مثال کے طور پر، کسی کو تعلیم کو ترک نہیں کرنا چاہئے اور ایک اچھی اور حلال ملازمت کے پیچھے لگنا چاہئے کیونکہ امن اور کامیابی ان کے ساتھ نہیں ہے۔ انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ دنیاوی کامیابی بذات خود بری نہیں ہے، یہ بری یا اچھی ہو جاتی ہے اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ اسے کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ دنیاوی کامیابی حاصل کرنے کے لیے جو نیک اور حلال دنیاوی مواقع عطا کیے گئے ہیں اس سے استفادہ کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنے کیے ہوئے نیک اعمال کی مقدار میں اضافہ کر سکے اور معاشرے میں نیکی پھیلا سکے۔ مثال کے طور پر، جو کوئی اچھی نوکری حاصل کر لے، جیسے کہ ڈاکٹر بننا، اسے چاہیے کہ وہ اپنی تنخواہ اور سماجی اثر و رسوخ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرے۔ وہ اپنے کام کی مقدار کو کم کر سکتے ہیں، کیونکہ ان کی زیادہ تنخواہ ان کے اخراجات اور مالی ذمہ داریوں کو آسانی سے پورا کرتی ہے، تاکہ وہ زیادہ وقت اسلامی علم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے وقف کر سکیں اور فائدہ مند منصوبوں میں حصہ لینے کے لیے زیادہ وقت وقف کر سکیں۔ یہ تمام چیزیں نیک اعمال کرنے اور معاشرے میں نیکی پھیلانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں اضافہ کریں گی۔ یہ سب کام مشکل یا ناممکن ہیں جب کسی کو دنیاوی کامیابی حاصل نہیں ہوتی جو اچھی ملازمت کے ساتھ کسی کو حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان اچھے دنیاوی مواقع سے انکار نہیں کیا جو انہیں پیش کیے گئے تھے، جیسے کہ کسی

شہر کا گورنر ہونا۔ انہوں نے اس دنیاوی کامیابی کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کیا اور اس لیے ان کے ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کی۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ذہنی سکون اور دونوں جہانوں میں کامیابی صرف اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں مضمر ہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اس کی رضا کے لیے عطا کی گئی ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اس اطاعت کو برقرار رکھتے ہوئے ان کو ملنے والے اچھے دنیاوی مواقع کا استعمال کریں تاکہ دونوں جہانوں میں ان کی سلامتی اور کامیابی میں اضافہ ہو اور انہیں دنیا کی کامیابی سے منہ نہیں موڑنا چاہیے جب تک کہ وہ حقیقی معنوں میں اپنی سچی اطاعت کو برقرار نہ رکھ سکیں گے۔ اللہ عزوجل۔

آخرت - 1

جامع ترمذی نمبر 2417 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے پاؤں اس وقت تک نہیں ہلیں گے جب تک کہ وہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دے دے۔

پہلا ان کی زندگی کے بارے میں ہے اور انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا۔ اس سے مراد ایک شخص کو دیا گیا وقت ہے۔ ایک مسلمان کو سمجھنا چاہیے کہ موت اکثر غیر متوقع وقت پر آتی ہے۔ ایک مسلمان کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں گے، کیونکہ بہت سے لوگ ایسا ہونے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ حقیقت میں، اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ کسی کی عمر کتنی ہی پہنچ جاتی ہے، ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ اس کی زندگی ایک جھلک میں گزری۔ ایک مسلمان کو یہ یقین نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے، جیسے کہ مسجد میں باجماعت نماز کے لیے جانا، جب وہ بوڑھے ہو جائیں، کیونکہ یہ خواہش مندانہ سوچ ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اس عمر کو پہنچ جائے، کیونکہ وہ اپنی زندگی میں مادی دنیا میں بہت زیادہ مشغول تھے، ان کے ماحول میں تبدیلی کا ان کے کردار اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر بہت کم مثبت اثر پڑے گا۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تاخیر کرنے کے بجائے اس وقت کو استعمال کرے جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ اس پر ہو جو شخص اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل کریں، قطع نظر اس کے کہ وہ کتنے ہی عرصے تک زندہ رہیں۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

لیکن جو اپنے وقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکام رہے وہ اسے فضول کاموں میں ضائع کرتے ہوئے پائے گا جس کی وجہ سے وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ انہوں نے اپنے وسائل کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال نہیں کیا۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

اپنے وقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں ناکامی بھی قیامت کے دن بہت زیادہ افسوس کا باعث ہوگی، خاص طور پر جب وہ اپنے وقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے والوں کے اجر کا مشاہدہ کریں۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلا سوال ان کے علم کے بارے میں ہوگا اور انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مفید دنیوی اور دینی علوم کے حصول کی کوشش کریں اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے، اسلام کی تعلیمات کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے اس پر عمل کریں۔ لوگوں کے حقوق کو صحیح طریقے سے پورا کریں۔ جو جاہل رہتا ہے یا اپنے علم پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے اس کی دونوں جہانوں میں کامیابی کا امکان نہیں۔ ایک شخص اپنے مطلوبہ مقام پر تبھی پہنچ پائے گا جب وہ پہلے صحیح راستہ تلاش کرے اور پھر اس سے نیچے کا سفر کرے۔ لیکن اگر کوئی شخص صحیح راستے کے معنی تلاش کرنے، علم حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے، یا اس پر عمل کرنے میں ناکام رہتا ہے، یعنی اپنے علم پر عمل کرتا ہے، تو وہ اپنی مطلوبہ منزل یعنی دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا۔ مفید علم جس پر عمل کیا جائے وہ تمام بھلائیوں کا باعث بنتا ہے، جبکہ علم کا غلط استعمال دونوں جہانوں میں مصیبت کا باعث بنتا ہے۔

تیسرا اور چوتھا سوال قیامت کے دن لوگوں سے ان کی دولت کے بارے میں کیا جائے گا، خاص طور پر، انہوں نے اسے کیسے کمایا اور کیسے خرچ کیا۔ سب سے پہلے، مسلمانوں کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ صرف حلال مال حاصل کریں اور مشتبہ یا ناجائز دولت سے بچیں۔ ناجائز دولت صرف اس کے تمام اعمال صالحہ کو رد کرنے کا باعث بنتی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اگر کسی کی بنیاد ہی حرام پر ہو تو اس سے نکلنے والی ہر چیز کو حرام سمجھا جائے گا اور اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے رد کر دیا ہے۔ جس طرح اسلام کی اندرونی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی خارجی بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔ ایک مسلمان حلال مال حاصل کرنے اور اسے حلال چیزوں پر خرچ کرنے میں آزاد ہے، جیسے کہ اپنی ضروریات اور اپنے محتاجوں کی ضروریات کو بغیر فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے پورا کرنا۔ دولت دونوں جہانوں میں انسان کے لیے بڑی نعمت بن سکتی ہے جب اسے صحیح طریقے سے حاصل کیا جائے اور خرچ کیا جائے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو یہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے بڑی ندامت بن جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 6444 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ قیامت کے دن مالداروں کو بہت کم بھلائی ملے گی، سوائے ان لوگوں کے جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ ، عالی۔ فضول چیزوں پر خرچ کرنے سے پہلے اس عظیم اجر کو کھونے پر غور کرنا چاہیے جو قیامت کے دن ان لوگوں کو ملے گا جنہوں نے اپنا مال صحیح طریقے سے خرچ کیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ صرف ان طریقوں پر خرچ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں، اور گناہ اور فضول خرچ سے بچتے ہیں۔

آخری سوال کسی کے جسم کے بارے میں ہوگا اور اس نے اسے کیسے استعمال کیا۔ لہٰذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے جسم کے ہر عضو مثلاً بصارت اور سماعت کو صحیح طریقے سے استعمال کرے جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے۔ یہ سچا شکر ہے اور اس لیے مزید برکات کا باعث بنتا ہے۔
باب 14 ابراہیم، آیت 7:

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ ’’ کروں گا‘‘۔

اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ بری اور فضول باتوں سے اجتناب کریں، کیونکہ آخر الذکر کو قیامت کے دن بہت زیادہ پشیمانی ہوگی اور یہ اکثر بری باتوں کا باعث بنتا ہے۔ جو اچھا ہو وہ بولے یا خاموش رہے۔

اس کے علاوہ، انہیں اپنی جسمانی طاقت کو ان طریقوں سے استعمال کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں، اس سے پہلے کہ وہ اس دن تک پہنچ جائیں جب وہ اسے کھو بیٹھیں اور نیک اعمال انجام دینے کے قابل نہ ہوں۔ امید ہے کہ جو اپنی طاقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرے گا اللہ تعالیٰ ان کی کمزوری کے وقت ان کی مدد فرمائے گا۔ درحقیقت، جو اپنی صحت کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے، اسے بیمار ہونے پر بھی وہی ثواب ملے گا، چاہے وہ اب وہی نیک اعمال انجام نہ دے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی حدیث المفرد نمبر 500 میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو اپنی جسمانی اور زبانی نقصان کو دوسروں کے نفس اور مال سے دور رکھنا چاہیے، کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان اور مومن کی نشانی ہے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

آخرت - 2

جامع ترمذی نمبر 1376 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض ایسے اعمال صالحہ کی نصیحت فرمائی جو ایک مسلمان کو ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ پہنچاتے رہیں، یعنی جاری صدقہ، مفید علم اور نیک اولاد جو دعا کرنے والا ہو۔ ان کے فوت شدہ والدین.

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دنیاوی ورثے آتے جاتے ہیں۔ کتنے امیر اور طاقتور لوگوں نے بڑی بڑی سلطنتیں صرف اس لیے بنائی ہیں کہ ان کے مرنے کے فوراً بعد انہیں توڑ دیا جائے اور انہیں بھلا دیا جائے۔ ان میں سے کچھ وراثت سے پیچھے رہ جانے والی چند نشانیاں صرف لوگوں کو ان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی تنبیہ کرنے کے لیے پائی جاتی ہیں۔ اس کی مثال فرعون کی عظیم سلطنت ہے۔ اسلام نہ صرف مسلمانوں کو نیک اعمال کی صورت میں اپنے آگے آخرت کے لیے برکتیں بھیجنے کا درس دیتا ہے بلکہ یہ مسلمانوں کو یہ بھی سکھاتا ہے کہ وہ اپنے پیچھے ایک خوبصورت میراث چھوڑیں جس سے وہ اور دوسرے لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔ بدقسمتی سے بہت سے مسلمان اپنے مال و جائداد کے بارے میں اس قدر فکر مند ہیں کہ وہ انہیں چھوڑ کر ہی چلے جاتے ہیں جس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہر مسلمان کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہئے کہ ان کے پاس اپنے لئے میراث بنانے کے لئے کافی وقت ہے، کیونکہ موت کا لمحہ نامعلوم ہے اور اکثر لوگوں پر غیر متوقع طور پر حملہ آور ہوتا ہے۔ آج کا دن ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے پیچھے چھوڑے جانے والے ورثے پر صحیح معنوں میں غور کرنا چاہیے اور اگر یہ صالح ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے، جس نے انہیں ایسا کرنے کی توفیق بخشی۔ لیکن اگر کوئی ایسی چیز ہے جو ان کے لیے فائدہ مند نہیں ہے تو وہ کوئی ایسی چیز تیار کریں جو ان کے مرنے کے بعد ان کے لیے فائدہ مند ہو، تاکہ وہ نہ صرف آخرت کے لیے نیکی بھیجیں بلکہ نیکی بھی پیچھے چھوڑ جائیں۔ امید ہے کہ جو اس طرح خیر میں گھرا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔

صحیح حدیث میں جاری صدقہ میں ہر وہ چیز شامل ہے جس سے مخلوق فائدہ اٹھاتی رہے، جیسے پانی کا کنواں۔ جب تک مخلوق اس سے فائدہ اٹھاتی رہے گی عطیہ کرنے والے کو مرنے کے بعد بھی ثواب ملتا رہے گا۔

مفید علم میں دنیوی اور دینی دونوں علم شامل ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 3641 میں موجود حدیث کے مطابق مفید علم کو پیچھے چھوڑنا تمام انبیاء علیہم السلام کی روایت ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مال و دولت کو پیچھے چھوڑنے کی بجائے اس روایت کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اہم حدیث کا یہ حصہ مفید علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی بھی ترغیب دیتا ہے، جیسا کہ دوسروں کو سکھانے سے پہلے اسے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی سیکھنے اور سکھانے کے لیے جدوجہد کرتا ہے، تو اسے کسی اور کے لیے سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام کرنا چاہیے، جیسا کہ علم کے طالب علم کی سرپرستی کرنا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ علم کے اس طالب علم کے ذریعہ پھیلائے گئے کسی بھی مفید علم کے اجر کا پورا حصہ حاصل کریں۔

بنیادی حدیث میں مذکور حتمی بات تب ہی پوری ہو سکتی ہے جب کوئی اپنے بچے کی پرورش اسلامی تعلیمات کے مطابق کرے۔ ورنہ وہ اپنے فوت شدہ والدین کی طرف سے اخلاص کے ساتھ دعا کرنے کی زحمت گوارا نہیں کریں گے۔ اس کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ مثال کے طور پر رہنمائی کرنا ہے۔ مطلب، والدین کو اسلامی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے اور اپنے بچے کے لیے عملی نمونہ بننا چاہیے۔ ایسا سلوک کرنے والا یہ پائے گا کہ ان کا بچہ ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد ان کے لیے باعث برکت بن جاتا ہے جیسا کہ ان کا بچہ ان کے لیے صدق دل سے دعا کرتا رہے گا۔

آخرت - 3

صحیح بخاری نمبر 6442 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ انسان کا اصل مال وہی ہے جو وہ آخرت کے لیے آگے بھیجتا ہے اور جو کچھ وہ پیچھے چھوڑتا ہے وہ درحقیقت اس کا مال ہے۔ ان کے وارث.

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی دولت جیسی زیادہ سے زیادہ برکتیں بھیجیں، جتنی کہ وہ ان کو ایسے طریقوں سے استعمال کرکے آخرت کے لیے بھیجیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوں۔ اس میں فضول خرچی، ضرورت سے زیادہ یا اسراف کے بغیر کسی کی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات پر خرچ کرنا شامل ہے۔ صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

لیکن اگر کوئی مسلمان ان کی نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کرتا ہے تو وہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں تناؤ اور عذاب کا باعث بن جائے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھول چکے ہیں۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

اور اگر وہ ان کو جمع کر کے اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ دیں تو ان کو حاصل کرنے کے لیے ان سے حساب لیا جائے گا اگرچہ ان کے جانے کے بعد دوسرے ان سے لطف اندوز ہوں گے۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اگر ان کے وارثین نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کریں گے تو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا جبکہ اس کو جمع کرنے والا قیامت کے دن خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ یا اگر ان کا وارث نعمتوں کا غلط استعمال کرے تو یہ نعمت حاصل کرنے والے اور اس کے وارث دونوں کے لیے بڑا پشیمان ہو جائے گا، خاص طور پر اگر انھوں نے اپنے وارث کو نہیں سکھایا جیسے کہ ان کے بچے کو، کہ نعمتوں کا صحیح استعمال کیسے کریں، جیسا کہ یہ تھا۔ ان پر فرض ہے .اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا خاندان اور وہ تمام دنیاوی نعمتیں جو اس نے جمع کی تھیں ان کو اس کی قبر پر چھوڑ دیں گے اور ان کے پاس صرف ان کے اعمال باقی رہ جائیں گے۔ صحیح بخاری نمبر 6514 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ اپنی دنیاوی نعمتوں کو نیکیوں میں تبدیل کریں، ان طریقوں سے استفادہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، . تاکہ وہ انہیں اپنے ساتھ اپنی تنہا قبر میں لے جائیں۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ اپنی بقیہ نعمتوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرکے آخرت تک لے جائیں جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے۔ بصورت دیگر، وہ اس دنیا میں تنگدستی کی زندگی گزاریں گے، خواہ ان کے پاس ساری دنیا ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ، دلوں کا حاکم، صرف انہی لوگوں کو ذہنی سکون عطا کرتا ہے جو اپنی دنیاوی نعمتوں کو اس کی خوشنودی کے لیے استعمال کرتے ہیں، اور وہ قیامت کے دن خالی ہاتھ اور ندامت سے بھرے رہیں گے۔ باب 18 الکہف، آیات 103-104:

’’ کہہ دو کیا ہم تمہیں ان کے اعمال کے لحاظ سے سب سے بڑے خسارے میں رہنے والوں کے بارے میں بتائیں؟ وہ لوگ ہیں جن کی محنت دنیوی زندگی میں ضائع ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کام میں اچھا کر رہے ہیں۔"

آخرت - 4

جامع ترمذی نمبر 2559 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جنت سختیوں سے گھری ہوئی ہے اور جہنم خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔

یعنی جنت کی طرف جانے والا راستہ مشکلات اور مصائب پر مشتمل ہے۔ اکثر صورتوں میں انسان اس دنیا میں کسی نہ کسی مشکل سے گزرے بغیر بھلائی حاصل نہیں کر سکتا، جیسے کہ اپنی توانائیاں لگا کر، پھر کوئی کیسے یقین کرے کہ وہ مشکلات کا سامنا کیے بغیر جنت حاصل کر سکتا ہے؟ تاریخ کے اوراق پلٹیں تو معلوم ہوگا کہ صالحین کو ہمیشہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ جنت کے راستے میں مشکلات ہیں انہوں نے مشکلات کی بجائے منزل پر توجہ مرکوز رکھی۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2472 میں موجود حدیث میں ایک مرتبہ اعلان فرمایا کہ آپ سے زیادہ کسی کو آزمایا نہیں گیا۔ اس دنیا میں جنت کی مستقل نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے ادا کرنے کے لیے ایک انتہائی چھوٹی قیمت ہے۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ ہر آسانی کے وقت منزل کی طرف متوجہ رہیں تاکہ شکر گزاری کو اختیار کریں، جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی نعمتوں کا استعمال شامل ہے، اور ہر وقت میں منزل پر توجہ مرکوز رکھیں۔ مشکل، صبر کو اپنانے سے، جس میں شکایت کرنے سے گریز کرنا اور قول و فعل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کو برقرار رکھنا شامل ہے۔

جہنم کا راستہ خواہشات سے بھرا ہوا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو برقرار رکھنے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ اگرچہ اس دنیا میں حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونا حرام نہیں ہے، لیکن ایک مسلمان کو چاہیے کہ ان میں حتی الامکان کمی کرے کیونکہ یہ حلال خواہشات اکثر ناجائز خواہشات کا باعث بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 1205 میں موجود حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ ایسا سلوک کرنے والا اپنے ایمان اور عزت کی حفاظت کرے گا۔ ایک مسلمان کو اپنی خواہشات یا دوسروں کی خواہشات کو کبھی نہیں ماننا چاہئے اگر اس کا مطلب یہ

ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے کیونکہ خواہشات کی تکمیل کی لذت جلد ختم ہوجاتی ہے جبکہ پشیمانی اور ممکنہ عذاب طویل رہتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک خواہش کی تکمیل کسی کو بہتر محسوس نہیں کرے گی اگر وہ جہنم میں ختم ہو جائے۔ اور جس مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ انہیں برا نہیں لگے گا اگر وہ جنت میں ختم ہو جائیں۔

آخرت - 5

صحیح مسلم نمبر 7232 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قیامت کے دن لوگ اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے جس حالت میں وہ زمین پر مرے تھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نیکی پر مرتا ہے تو وہ بھلائی پر زندہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ برائی پر مریں گے تو وہ برے طریقے سے اٹھائے جائیں گے۔

ایک مسلمان کو یہ یقین کر کے غافل نہیں رہنا چاہئے کہ وہ اسلام پر ایمان رکھتے ہیں یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ مریں گے اور قیامت کے دن اچھی حالت میں اٹھائے جائیں گے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اڑے رہیں اور پھر اسی حالت میں بغیر سچی توبہ کے مر جائیں تو وہ برے طریقے سے اٹھائے جائیں گے۔ قیامت کے دن اس شخص کا کیا بنے گا اس کا تعین کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں۔

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جس حالت میں وہ مریں گے اسی حالت میں مریں گے۔ یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی بسر کرتے ہوئے، اس کے احکام کو سچے دل سے بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرتے ہیں، تو وہ ان کے لیے نیک عمل کریں گے۔ اچھی حالت میں مریں اور اس لیے اچھی حالت میں اٹھائے جائیں، جس میں صالحین کے ساتھ اٹھانا بھی شامل ہے، جیسا کہ وہ عملی طور پر ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے جہنم کے راستے پر نہیں چلنا چاہیے، جس میں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال کرنا ہے، اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اچھی حالت میں زندہ ہو کر جنت میں متقیوں میں شامل ہو جائیں گے۔ باب 20 طہٰ، آیات 124-126:

" اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ "وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا جب کہ میں دیکھ رہا تھا؟)اللہ (فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری نشانیاں تیرے پاس آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج کے دن تجھے بھلا دیا جائے گا۔

آخرت - 6

صحیح مسلم نمبر 7420 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ صرف وہی مال ہے جس کا تعلق تین چیزوں سے ہے۔

پہلا یہ ہے کہ انسان اپنے مال میں سے خوراک کے حصول اور استعمال پر خرچ کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ کھانے پر معقول حد تک فضول خرچی، فضول خرچی یا اسراف کے بغیر خرچ کرے کیونکہ یہ گناہ سمجھا جا سکتا ہے۔ باب 7 الاعراف، آیت 31:

‘‘اور کھاؤ پیو، لیکن حد سے زیادہ نہ ہو۔ بے شک وہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔’’

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف حلال ہی کھائیں کیونکہ صحیح مسلم نمبر 2346 میں موجود حدیث کے مطابق اگر کسی کی دعا حرام کھا جائے تو اس کی دعا رد ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کی دعا رد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے باقی اعمال کیسے قبول کر سکتا ہے؟ اعلیٰ؟ درحقیقت صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود ایک حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حرام سے جڑی نیکی رد ہے۔ جس طرح اسلام کی باطنی بنیاد نیت ہے اسی طرح اسلام کی ظاہری بنیاد حلال کا حصول اور استعمال ہے۔

آخر میں ایک مسلمان کو یہ ذہنیت اختیار کرنی چاہیے کہ وہ سادہ کھانا کھاتے ہیں تاکہ وہ زندہ رہنے کے لیے کھاتے ہیں اور کھانے کے لیے زندہ نہیں رہتے، جس کی وجہ سے وہ زیادہ اہم ذمہ داریوں اور فرائض سے مسلسل اپنے پیٹ میں مشغول رہتے ہیں۔

اگلی چیز جس پر کوئی اپنی حقیقی دولت خرچ کرتا ہے وہ ہے ان کے کپڑوں پر۔ ایک بار پھر، ایک مسلمان کو اسراف اور فضول خرچی سے بچنا چاہیے، کیونکہ ان لوگوں کو شیطان کے بہن بھائیوں کا لقب دیا گیا ہے۔ باب 17 الاسراء، آیت 27:

"...بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں"

ایک مسلمان کو اچھے، صاف اور سادہ لباس سے خوش ہونا چاہیے کیونکہ سنن ابن ماجہ نمبر 4118 کی حدیث کے مطابق یہ ایمان کا ایک پہلو ہے۔ بہت زیادہ دولت یا وقت۔ اچھے لگنے کی لگن کو کبھی بھی ان کے فرائض اور ذمہ داریوں سے روکنا نہیں چاہئے۔ سچی بات یہ ہے کہ جتنا کوئی ان کی شکل و صورت میں مشغول ہوگا اتنا ہی وہ اپنی زندگی کے دیگر پہلوؤں جیسے کہ اپنی گاڑی، گھر اور کھانے میں اسراف اختیار کرے گا۔ یہ انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روک دے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ اس سے دونوں جہانوں میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ باب 20 طہٰ، آیت 124:

"اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

انسان کی اصل دولت وہ ہے جسے وہ آخرت کے لیے آگے بھیجتا ہے اور اسے ایسے طریقوں سے خرچ کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اس میں فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی ضروریات اور ان کے محتاجوں کی ضروریات پر خرچ کرنا شامل ہے۔ اس میں وہ تمام نعمتیں شامل ہیں جو کسی کو عطا کی گئی ہیں، نہ کہ صرف دولت۔ جتنا زیادہ ان

نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کرے گا، دونوں جہانوں میں اتنا ہی زیادہ سکون اور کامیابی ملے گی۔ باب 16 النحل، آیت 97:

" جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

آخر میں، ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ پہلی دو چیزوں کی ضمانت اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی دے رکھی ہے، کیونکہ یہ ان کے رزق کا ایک حصہ ہیں جو بدل نہیں سکتیں اور آسمانوں اور آسمانوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص تھیں۔ زمین اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ ان کی تلاش میں اعتدال کا مظاہرہ کریں اور آخری پہلو پر زیادہ توجہ دیں۔ دولت حاصل کرنے اور استعمال کرنے کی دیگر تمام صورتیں حقیقت میں کسی شخص سے تعلق نہیں رکھتیں اور دوسروں کے لیے اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے پیچھے رہ جائیں گی، حالانکہ قیامت کے دن ان سے اس کا حساب لیا جائے گا۔

آخرت - 7

صحیح مسلم نمبر 2864 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبردار کیا کہ قیامت کے دن سورج کو مخلوق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ اس سے لوگوں کو ان اعمال کے مطابق پسینہ آئے گا جو انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران کیے تھے۔ بعض کا پسینہ ان کے ٹخنوں تک، بعض کا گھٹنوں تک اور بعض کا منہ تک پہنچے گا۔

کسی کو صرف اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ شدید گرمی کے موسم کا شکار ہوئے تھے اور گرمی نے ان کے رویوں اور رویوں پر کیا اثر ڈالا تھا تاکہ اس بات کا اندازہ لگایا جا سکے کہ قیامت کے دن جب سورج کو ان کے اتنا قریب لایا جائے گا تو صورتحال کتنی مشکل ہو گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کوشش کرتے ہیں۔ اسے قیامت کے دن نرمی ملے گی۔ لیکن وہ لوگ جو سست، آرام دہ اور ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں زمین پر اپنی زندگی کے دوران دی گئی تھیں، قیامت کے دن ان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا جائے گا۔ سیدھے الفاظ میں جو یہاں کوشش کرے گا وہ وہاں آرام کرے گا لیکن جو یہاں آرام کرے گا وہ وہاں مشکل میں پڑے گا۔

جس طرح لوگ اس مادی دنیا میں سخت محنت کرتے ہیں تاکہ وہ آرام دہ زندگی حاصل کر سکیں اور آرام سے ریٹائرمنٹ بھی حاصل کر سکیں، حالانکہ ریٹائرمنٹ کی عمر تک پہنچنا گوارا نہیں ہے، مسلمانوں کو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے اس سے بھی زیادہ محنت کرنی چاہیے۔ ان کو نعمتیں ان طریقوں سے عطا کی گئی ہیں جو اس کی خوشنودی کے لیے ہیں، تاکہ وہ اس دنیا میں اور اس دن کے موقع پر امن و سکون حاصل کر سکیں جو یقینی ہے۔ ایک ایسے دن کے لیے کوشش کرنا بڑی جہالت کی علامت ہے جو کبھی نہ پہنچ سکے، یعنی ریٹائرمنٹ کے دن، اور اس دن کے لیے کوشش نہ کرنا جس تک پہنچنے اور تجربہ کرنے کی ضمانت دی گئی ہو، یعنی یومِ حشر۔

آخرت - 8

جامع ترمذی کی حدیث نمبر 484 میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جس نے اس پر سب سے زیادہ درود و سلام بھیجا ہو۔ .

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا قرآن پاک میں زبانی حکم دیا گیا ہے اور بہت سی احادیث میں نصیحت کی گئی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری، نمبر 3370۔ باب الاحزاب، آیت 56۔ 33 :

’’بے شک اللہ نبی پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اس پر درود و سلام مانگو۔"

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ اگر کوئی اس پر صحیح طور پر درود و سلام بھیجنا چاہتا ہے تو اسے اس کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرتے ہوئے عمل کے ذریعے اپنے قول کی تائید کرنی چاہیے۔ وہ اپنی خواہشات کے مطابق اس کی روایات کی ترجیح کو دوبارہ ترتیب نہ دیں۔ درحقیقت یہ پہلا قدم ہے جو قرآن مجید کی ایک اور آیت، باب 3، آل عمران، آیت 31 کو پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

’’کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔‘‘

جب کوئی اس رویہ پر قائم رہتا ہے تو اس سے وہ اپنے دنیاوی فرائض کو نظرانداز کیے بغیر اس مادی دنیا پر آخرت کی تیاری کو ترجیح دے گا۔ یعنی یہ انہیں دکھائے گا کہ انہیں جو نعمتیں دی گئی ہیں ان کا صحیح استعمال کیسے کریں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنے فرائض کو پورا کریں۔ اس میں فضول خرچی، اسراف یا اسراف کے بغیر ان کی ضروریات اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضروریات کو پورا کرنا شامل ہے۔ اس سے ہر ایک کو صحیح طریقے سے ہر صورت حال سے گزرنے کا موقع ملے گا، خواہ آسانی کے وقت ہوں یا مشکلات کے، مادی دنیا، اپنی خواہشات یا دوسرے لوگوں کے لیے خود کو وقف کرنے کے بغیر۔ یہ رویہ انہیں اپنی زندگی میں ہر چیز اور ہر ایک کو ان کے صحیح مقام پر رکھنے کی اجازت دے گا، بغیر کسی چیز یا کسی شخص کے لیے خود کو نظرانداز کیے یا ضرورت سے زیادہ وقف کیے بغیر۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں کوئی ایسی مثال قائم نہ فرمائی ہوگی جس کی پیروی اور اختیار کرنا ممکن نہ ہو۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21:

’’یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔‘‘

ہر شخص اپنی صلاحیت کے مطابق یہ حاصل کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے ایک مخلصانہ کوشش کی ضرورت ہے جس کی تائید اعمال سے ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا صحیح مفہوم یہی ہے ۔ جو اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے وہ عملی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت کا ثبوت دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ آخرت میں ان کے ساتھ شامل ہوں گے۔ صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

آخرت - 9

جامع ترمذی نمبر 2460 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قبر یا تو جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا ہے۔ یہ حدیث مزید بتاتی ہے کہ جب ایک کامیاب مومن کو ان کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ ان کے لیے کشادہ اور آرام دہ ہو جاتا ہے جب کہ گناہ گار کی قبر ان کے لیے انتہائی تنگ اور نقصان دہ ہو جاتی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ حقیقت میں ہر شخص اپنے اعمال کی صورت میں اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے ساتھ جنت کا باغ یا جہنم کا گڑھا لے جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے، تو یہ یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو ان کے پاس ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے طریقوں سے عطا کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ اپنی قبر کو جنت کا باغ بنانے کے لیے درکار اعمال کی تیاری کریں۔ لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے ان نعمتوں کا غلط استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں تو ان کے گناہ جہنم کے گڑھے کو پیدا کر دیں گے جس میں وہ قیامت تک آرام کریں گے۔

اس لیے مسلمانوں کو آج ہی عمل کرنا چاہیے اور اس تیاری میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں اور اکثر اچانک آجاتا ہے۔ آنے والے کل تک تاخیر کرنا بے وقوفی ہے اور یہ صرف پچھتاوے کا باعث بنتا ہے۔ جس طرح ایک شخص اس دنیا میں اپنے گھر کو سنوارنے میں بہت زیادہ توانائی اور وقت صرف کرتا ہے، جس گھر میں وہ صرف تھوڑے ہی عرصے کے لیے رہے گا، اسے اپنی قبر کو سنوارنے میں زیادہ محنت کرنی چاہیے، کیونکہ اس کا سفر ناگزیر ہے اور وہاں قیام بہت زیادہ ہے۔ طویل اور اگر کسی کو ان کی قبر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ بدتر ہوگا۔ سنن ابن ماجہ، نمبر 4267 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ کسی کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ لوگ اور دنیاوی چیزیں، جیسے کہ ان کا کاروبار، وہ اپنی توانائی کا زیادہ تر حصہ اس کے لیے وقف کرتے ہیں، جب وہ اپنی قبر پر پہنچیں گے تو انہیں چھوڑ دیں گے۔ ان کے ساتھ صرف ان کے اعمال ہوں گے، وہی اعمال جو یہ طے کریں گے کہ انہیں جنت کے باغ میں رکھا جائے گا یا جہنم کے گڑھے میں۔

آخر میں، کسی شخص کو یہ فرض کرنے میں دھوکہ نہیں دینا چاہیے کہ اس کا ایمان اس کے جنت کے باغ کو یقینی بنانے کے لیے کافی ہے۔ ایمان ایک باطنی کیفیت ہے جو ظاہری طور پر اپنے اعمال سے ظاہر ہوتی ہے۔ دلوں کے جاننے والے نے یہی حکم دیا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97:

"جو بھی نیک عمل کرے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم انہیں ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

اور سچی بات یہ ہے کہ جس طرح ایمان ایک درخت کی مانند ہے اسی طرح اس کی آبیاری اور پرورش عمل صالح سے ہونی چاہیے۔ اگر کوئی اپنے ایمان کے پودے کی پرورش کرنے میں ناکام رہتا ہے تو وہ اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ وہ قبر تک پہنچنے سے پہلے ہی مرجھا جاتا ہے۔

آخرت - 10

صحیح بخاری نمبر 103 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جس کے اعمال کی اللہ تعالیٰ نے جانچ پڑتال کی، قیامت کے دن اس کو سزا دی جائے گی۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگرچہ اس مادی دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونا ممنوع نہیں ہے، لیکن وہ اکثر حرام کی طرف لے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، فضول تقریر عام طور پر گناہ کی تقریر سے پہلے پہلا قدم ہے۔ اس کے علاوہ، جتنا زیادہ غیر ضروری حلال چیزوں میں ملوث ہوگا، قیامت کے دن اس کا احتساب اتنا ہی طویل ہوگا۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ قیامت کا دن ایک مشکل دن ہو گا۔ مثال کے طور پر سورج کو تخلیق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔ جب کوئی شخص اپنے حساب کتاب کا انتظار کر رہا ہو اور آخری فیصلہ کے وقت جہنم ان کے آمنے سامنے ہو گی۔ لہذا، جتنا طویل حساب کتاب ہوگا، وہ اتنا ہی زیادہ تناؤ برداشت کرے گا۔ اگر چہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف اور نجات دی جا سکتی ہے، لیکن اس سے کم نہیں، ان کا احتساب جتنا لمبا ہوگا، اتنا ہی زیادہ دباؤ وہ برداشت کریں گے۔ قیامت کے دن کو پچاس ہزار سال لمبا ہونے کی صورت میں دیکھ کر قرآن پاک کے مطابق چند دہائیوں کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے دن مشکل احتساب کا سامنا کرنا پڑے گا جو اتنا طویل رہے گا۔ باب 70 المعارج، آیت 4:

"ایک دن کے دوران جس کی حد پچاس ہزار سال ہے۔"

لہذا بہتر ہے کہ ایک سادہ زندگی گزاری جائے تاکہ قیامت کے دن اپنے احتساب کو کم سے کم کیا جا سکے۔ یہ ایک وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث نمبر 4118 میں یہ نصیحت فرمائی کہ سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ یہ سادہ زندگی ہے جس کی وجہ سے غریب مسلمان امیر مسلمانوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ

ان کا حساب کم ہوگا۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 4122 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ لوگ عام طور پر 80 سال سے زیادہ زندہ نہیں رہتے ہیں، تو کیا عیش و عشرت کی زندگی گزارنا کوئی معنی نہیں رکھتا اگر اس سے جنت میں داخل ہونے میں پانچ سو کی تاخیر ہو جائے؟ سال؟ یہ فرض کرتے ہوئے، کوئی شخص پہلے جہنم میں سزا کے بغیر براہ راست جنت میں داخل ہوتا ہے۔

ایک مسلمان کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ وہ جتنا زیادہ حلال دنیاوی چیزوں میں مشغول ہوں گے، دنیا میں انہیں اتنا ہی زیادہ تناؤ کا سامنا کرنا پڑے گا، اتنا ہی ان کی توجہ آخرت کی تیاری سے ہٹے گی، جس میں ان نعمتوں کا استعمال شامل ہے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان کو خوشنما طریقے سے استعمال کرنا۔ اللہ عزوجل اور ان کا حساب قیامت کے دن اتنا ہی سخت ہوگا۔ جبکہ جو شخص سادہ زندگی گزارتا ہے، جس کے ذریعے وہ فضول خرچی اور اسراف کے بغیر اپنی ضرورتوں اور ذمہ داریوں کے مطابق دنیاوی چیزوں کو حاصل کرتا ہے اور استعمال کرتا ہے، اسے ذہنی اور جسمانی سکون حاصل ہوگا اور انہیں روزِ حشر کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے کی ترغیب دی جائے گی۔ ، جو ایک آسان حتمی اکاؤنٹنگ کی طرف جاتا ہے۔ یہ طے کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں کہ کون سا راستہ بہترین ہے۔

آخرت - 11

صحیح بخاری نمبر 1372 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر میں عذاب ہونے کی تصدیق فرمائی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی آیات اور احادیث اس مرحلے پر بحث کرتی ہیں جس کا سامنا تمام لوگوں کو کسی نہ کسی شکل میں کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ یہ ناگزیر ہے، مسلمانوں کو اس کے لیے تیاری کرنی چاہیے کیونکہ قبر کی روشنی یا اندھیرا قبر سے ہی نہیں آتا۔ یہ اس کے اعمال ہیں جو یا تو اس کی قبر کو تاریک یا روشن کر دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ اس کا عمل ہے جو اس بات کا تعین کرے گا کہ اسے قبر میں عذاب یا رحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی تیاری کا واحد طریقہ تقویٰ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ یہ اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور رحمت سے عذابِ قبر سے محفوظ رکھیں گے۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک مسلمان اپنے دنیاوی گھر کو آرام دہ بنانے کے لیے کتنا وقت، توانائی اور دولت صرف کرے گا، حالانکہ اس کا اس دنیا میں قیام مختصر ہے، جب کہ وہ اپنی قبر کو آرام دہ بنانے کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں، حالانکہ وہ قبر میں قیام پذیر ہیں۔ طویل اور زیادہ سنجیدہ ہو جائے گا.

مسلمان اکثر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دفنانے کے لیے قبرستانوں کا سفر کرتے ہیں۔ لیکن بہت کم لوگوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ایک دن، جلد یا بدیر، ان کی باری آئے گی۔ حالانکہ مسلمانوں کی اکثریت اپنی کوششوں کی اکثریت اپنے اہل و عیال کی خوشنودی اور دولت کمانے کے لیے اعمال صالحہ کے ذریعے وقف کر دیتی ہے، جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث متنبہ کرتی ہے کہ یہ دو چیزیں جو مسلمانوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ کو ترجیح دیں گے، ان

کو ان کی قبر پر چھوڑ دیں گے اور صرف ان کے اعمال ان کے پاس رہیں گے۔ لہٰذا ایک مسلمان کے لیے یہ بات درست ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی خوشنودی اور مال غنیمت کے حصول پر عمل صالح کو ترجیح دے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی اپنے خاندان اور مال کو چھوڑ دے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لیے اپنے فرض کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق پورا کریں اور اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے فرائض سے غفلت برتتے ہوئے صرف وہی دولت حاصل کریں جس کی انہیں ضرورت ہے۔ جب یہ صحیح طریقے سے کیا جائے تو یہ بھی ایک نیک عمل بن جاتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کسی کو اپنے اہل و عیال یا مال کی خاطر اللہ تعالیٰ کے ذمہ اپنے فرائض کو کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ یہ صرف تنہا، تنہا اور تاریک قبر کی طرف لے جائے گا۔ باب 20 طٰہٰ، آیت 55:

اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ایک بار پھر تمہیں نکالیں گے۔

آخرت - 12

جامع ترمذی نمبر 3120 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ قبر میں ہر شخص سے تین سوال کیے جائیں گے۔

پہلا سوال یہ ہوگا کہ تمہارا رب کون ہے؟ اس سوال کا صحیح جواب دینے کے لیے ایک مسلمان کو نہ صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا چاہیے بلکہ اس یقین کو عمل سے ثابت کرنا چاہیے۔ یہ صرف اس کے احکام کو پورا کرنے، اس کی ممانعتوں سے باز رہنے اور اس کے احکام کا صبر کے ساتھ سامنا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ یہی وہ ثبوت ہے جو کسی مسلمان کو ان کی قبر میں اس سوال کا سامنا کرنے پر سہارا دے گا۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہاں تک کہ کچھ غیر مسلم بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن وہ اس سوال کا صحیح جواب دینے میں ناکام رہیں گے کیونکہ انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران ان نعمتوں کا استعمال نہیں کیا جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی تھیں۔ اگر صرف اس پر ایمان لانا کافی ہوتا تو یہ غیر مسلم اس سوال میں کامیاب ہو جاتے۔ لیکن یہ بالکل واضح ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

اگلا سوال یہ ہوگا کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ اگر کوئی مسلمان اس کا صحیح جواب دینا چاہتا ہے تو اسے نہ صرف اسلام کو ماننا چاہیے بلکہ اس کی تعلیمات کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں عملی طور پر نافذ کرنا چاہیے۔ اس میں قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو حاصل کرنے اور ان پر عمل کرنے کی مخلصانہ کوشش شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود ایک حدیث کے مطابق مفید علم حاصل کرنا تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کی پیروی چند واجبات سے بالاتر ہے اور زندگی کے ہر پہلو میں اس کی تعلیمات پر عمل کرنا شامل ہے۔ جیسا کہ کسی کی سماجی، مالی، کام اور ذاتی زندگی۔

اس حدیث کے مطابق آخری سوال یہ ہوگا کہ تمہارا نبی کون ہے؟ غور طلب بات یہ ہے کہ ماضی کی بعض قومیں بھی اپنے انبیاء علیہم السلام کو مانتی تھیں لیکن ان کے نقش قدم پر صحیح طور پر نہ چلنے کی وجہ سے وہ اس سوال کا صحیح جواب دینے میں ناکام رہیں گی۔ اگر کوئی مسلمان اس سوال کا صحیح جواب دینا چاہتا ہے تو اسے نہ صرف زبانی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے عقیدہ کا اعلان کرنا چاہیے بلکہ آپ کی روایات اور تعلیمات کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا چاہیے۔ انبیاء علیہم السلام کو بھیجنے کا یہی مقصد ہے، یعنی ان کی عملی طور پر پیروی کرنا۔ باب 33 الاحزاب، آیت 21:

’’یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی رحمت، محبت اور بخشش، جو ایک مسلمان کو اس سوال کا صحیح جواب دینے میں مدد دے گی، اسی طریقہ سے حاصل کرنا ممکن ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31:

"کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہ جس طرح تحریری یا زبانی امتحان میں سوالات کا جواب عملی طور پر علم سیکھے بغیر، مطالعہ اور نظر ثانی کے بغیر کامیابی سے نہیں دیا جا سکتا، اسی طرح کوئی شخص قرآن پاک کی تعلیمات کو عملی طور پر سیکھے اور اس پر عمل کیے بغیر قبر کے سوالات کا کامیابی سے جواب نہیں دے سکتا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات، زندگی کے ہر پہلو میں۔

آخرت - 13

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ان مختلف مشکلات اور آسانیوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جن کا لوگوں کو زندگی بھر سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی چیزیں ہیں جنہیں ایک مسلمان یاد رکھ سکتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اپنی توجہ مرکوز رکھے، جس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرنا اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے۔ ان چیزوں میں سے ایک ایک حقیقت کو یاد رکھنا ہے جس کی تائید صحیح مسلم نمبر 7088 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو شخص جنت میں جائے گا اسے زمین پر زندگی کے دوران جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس سے پریشان نہیں ہوں گے۔ اور جو شخص جہنم میں ختم ہوتا ہے وہ بہتر محسوس نہیں کرے گا جب انہیں ان آسائشوں کی یاد دلائی جائے گی جو انہوں نے زمین پر اپنی زندگی کے دوران حاصل کی تھیں۔

انسان کو یہ سوچ کر بے وقوف نہیں بنانا چاہیے کہ آخرت اس دنیا کی طرح ہے۔ اس دنیا میں مشکلیں گزر جانے کے بعد بھی لوگوں کو پریشان کرتی ہیں۔ اور وہ لمحات جب ایک شخص عیش و عشرت سے لطف اندوز ہوتا ہے وہ جیل میں ہونے کے باوجود اسے بہتر محسوس کر سکتا ہے۔ لیکن آخرت کے حوالے سے ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کو اس حقیقت کو یاد رکھنا چاہیے جب وہ مشکلات کا سامنا کر رہے ہوں یہ جان کر کہ اگر وہ جنت میں پہنچ جائیں گے تو یہ انہیں بالکل پریشان نہیں کرے گا۔ اور گناہوں، فضول کاموں اور دنیا کی آسائشیں انہیں بہتر محسوس نہیں کریں گی اگر وہ جہنم میں ختم ہوجائیں۔

یہ رویہ ایک مضبوط طریقہ کار ہے جو ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف ترغیب دیتا ہے، اگر وہ اس پر کثرت سے غور کریں۔

آخرت - 14

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک ایسے شخص کے بارے میں اطلاع دی جس کی کمپنی دیوالیہ ہو گئی تھی جب انہیں کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور اس معاملے پر انہیں پچھتاوا تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جب بھی انہیں کسی بھی قسم کی دنیاوی ناکامی یا پشیمانی کا سامنا ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو یاد دلائیں کہ آخرت میں لوگوں کو کیا پشیمان ہونا پڑے گا، جیسا کہ باب 89 الفجر، آیت 24 میں مذکور ہے:

"وہ کہے گا، "کاش میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔"

اس دنیا میں، کسی کے پچھتاوے کے بعد ہمیشہ ایک اور موقع یا دوسرے آپشنز ہوتے ہیں جن کو وہ ایک بار پھر کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنا سکتا ہے۔ لیکن آخرت کی پشیمانی اور ناکامی ایسی چیز ہے جس کی اصلاح نہیں ہو سکتی، آخرت میں اس کا کوئی دوسرا امکان نہیں۔ کسی کو بھی مختلف طریقے سے کام کرنے کے لیے زمین پر واپس آنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اس لیے ہر مسلمان کو دنیا کی ناکامیوں اور پشیمانیوں کے مقابلے میں آخرت میں ہونے والی ناکامیوں کی زیادہ فکر کرنی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس دنیا میں حلال کامیابی حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا کی کامیابی پر آخرت کی کامیابی کو ترجیح دیں۔ یہ ایک اہم ذہنیت ہے جسے مسلمانوں کو اس دن تک پہنچنے سے پہلے اپنا لینا چاہیے جہاں ان کی ناکامیوں اور پشیمانیوں پر غور کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ باب 89 الفجر، آیت 23:

"اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کے لیے یاد کیا ہو گا؟"

آخرت - 15

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ یہ ایک مشہور شخص کی سوانح حیات پر رپورٹ کیا .وہ چیزیں جو انہوں نے حاصل کیں اور انہیں جو پچھتاوا ہے۔

مسلمانوں کو سمجھنا چاہیے کہ پچھتاوے کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی دنیوی چیزوں پر پشیمانی، جیسے شادی نہ کرنا یا اولاد نہ ہونا۔ دوسری قسم وہ پچھتاوے ہیں جو انسان کو اپنی قبر میں اور قیامت کے دن ہوں گے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اپنے وسائل اور نعمتوں کا بہتر استعمال نہ کرنا۔ دنیاوی ندامتیں، خواہ وہ کچھ بھی ہوں، کبھی بھی مستقل نہیں ہوں گی، کیونکہ وہ یا تو اس وقت ختم ہو جائیں گے جب کوئی اپنی خواہش پوری کرے، اپنا ارادہ بدل لے یا مر جائے۔ وہ فطرت کے لحاظ سے عارضی ہیں، کیونکہ اس قسم کے افسوس کا زیادہ سے زیادہ وقت ان کی موت تک ہوتا ہے۔ اور وہ اتنے اہم نہیں ہیں، کیونکہ یہ پچھتاوے غم کا باعث بن سکتے ہیں لیکن سخت سزا یا عذاب نہیں۔ اس کے علاوہ یہ ندامتیں ختم ہو جائیں گی اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں پہنچ جائے۔

دوسری طرف آخرت کی پشیمانی دیرپا ہے کیونکہ قبر میں اور قیامت کا وقت اس زمین پر انسان کی زندگی سے کہیں زیادہ طویل ہوگا۔ وہ اس وقت تک ختم نہیں ہوں گے جب تک کہ کوئی جنت میں داخل نہ ہو جائے، جو ہو سکتا ہے نہ ہو یا بہت طویل عرصے کے بعد ہو، کیونکہ آخرت کا ایک دن زمین پر ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ باب 22 الحج، آیت 47:

‘‘اور یقیناً تمہارے رب کے نزدیک ایک دن ہزار سال کے برابر ہے جسے تم شمار کرتے ہو۔’’

آخر میں، یہ ندامتیں بہت اہم ہیں، کیونکہ یہ آخرت میں سخت عذاب اور عذاب کا باعث بن سکتے ہیں۔

لہٰذا، ایک مسلمان کو اس پر غور کرنا چاہیے اور اس سے پہلے کہ وہ اس دنیا کے ندامتوں کو دور کرنے کی کوشش کرے، قبر اور قیامت کے دن ممکنہ ندامتوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے آپ پر رحم کرے۔ باب 89 الفجر، آیات 23-24:

اور لایا گیا، وہ دن جہنم ہے، اس دن آدمی یاد رکھے گا، لیکن اس کو یاد کیسے آئے گا؟ وہ کہے گا، کاش میں نے اپنی زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔

آخرت - 16

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی آیات اور احادیث اس مرحلے پر بحث کرتی ہیں جس کا سامنا تمام لوگوں کو کسی نہ کسی شکل میں کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ یہ ناگزیر ہے، مسلمانوں کو اس کے لیے تیاری کرنی چاہیے، کیونکہ قبر کی روشنی یا اندھیرا قبر سے ہی نہیں آتا۔ یہ اس کے اعمال ہیں جو یا تو اس کی قبر کو تاریک یا روشن کر دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ اس کا عمل ہے جو اس بات کا تعین کرے گا کہ اسے قبر میں عذاب یا رحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لیے تیاری کا واحد طریقہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ ہے۔ اس پر یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔

مسلمان اکثر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دفنانے کے لیے قبرستانوں کا سفر کرتے ہیں۔ لیکن بہت کم لوگوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ایک دن، جلد یا بدیر، ان کی باری آئے گی۔ حالانکہ مسلمانوں کی اکثریت اپنی کوششوں کی اکثریت اپنے اہل و عیال کو خوش کرنے اور دولت کمانے کے لیے صرف اعمال صالحہ کے ذریعے وقف کر دیتی ہے، جامع ترمذی نمبر 2379 میں موجود ایک حدیث متنبہ کرتی ہے کہ یہ دو چیزیں جو مسلمان دیتے ہیں۔ ان کو ان کی قبر پر چھوڑ دیں گے اور ان کے ساتھ صرف ان کے اعمال باقی رہیں گے۔ اس لیے ایک مسلمان کے لیے یہ بات درست ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کی خوشنودی کے لیے اعمال صالحہ کو ترجیح دے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی اپنے خاندان اور مال کو چھوڑ دے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کے لیے اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے اپنے فرائض میں غفلت برتتے ہوئے صرف اور صرف دنیوی چیزیں حاصل کریں، جیسا کہ مال، اس کے حصول کے لیے انہیں درکار ہے۔ جب یہ صحیح طریقے سے کیا جائے تو یہ بھی ایک نیک عمل بن جاتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 4006 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ دنیاوی چیزوں مثلاً اپنے اہل و عیال یا مال کی خاطر اللہ تعالیٰ کے ذمہ اپنے فرائض کو کبھی ترک نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے وہ نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا۔ انہیں عطا کیا گیا ہے .یہ بدلے میں ایک الگ تھلگ، تنہا اور تاریک قبر کی طرف لے جائے گا۔

آخرت - 17

صور پھونکا مخلوق کی موت کا باعث بنے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 7381 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ جاننے کی اہم بات یہ ہے کہ یہ ایک ایسی اذان ہے جس کا جواب نہ کوئی دے سکتا ہے اور نہ ہی رد کرے گا۔ یہ قیامت اور آخری فیصلے کی طرف لے جائے گا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہنے کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرتے ہوئے خلوص نیت سے اطاعت کریں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ باب 8 انفال، آیت 24:

" اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور رسول کی بات مانو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشتی ہے۔"

جو بھی اس دنیا میں اس پکار کا جواب دے گا، اسے آخری پکار برداشت کرنا اور اس کا جواب دینا آسان ہوگا۔ جبکہ جو شخص اس دنیا میں اللہ عزوجل کی پکار سے غافل زندگی گزارتا ہے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے جو ان کی عطا کی گئی ہیں، اسے اس میں سکون نہیں ملے گا اور وہ صور کی پکار پر لبیک کہنے پر مجبور ہو جائے گا۔ ان کے لیے ایک بہت بڑا بوجھ برداشت کرنا اور جواب دینا۔ ایک شخص صرف اتنی دیر تک اللہ تعالیٰ کی پکار کو نظر انداز کر سکتا ہے، جب تک کہ آخری بلا جلد یا بدیر واقع ہو گی، اور کوئی بھی اس سے بچنے یا نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ اگر یہ ناگزیر ہے، تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کوئی شخص غفلت میں رہنے کے بجائے، آج، اس کا جواب دے۔ اگر کوئی غافل ہو کر صور پھونکنے کی آواز سنتا ہے تو کوئی عمل یا پشیمانی اس کو فائدہ نہیں دے گی اور اس شخص کے بعد جو کچھ آئے گا وہ اس سے بھی زیادہ خوفناک ہوگا۔

آخرت - 18

:یہ نکتہ باب 80 اباسہ، آیات 34-37 سے مربوط ہے

جس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اس کی ماں اور اس کا باپ۔ اور اس کی بیوی اور ’’
اس کے بچے۔ ہر آدمی کے لیے وہ دن اس کے لیے کافی ہو گا۔‘‘

یہ وہ وقت ہے جب ہر شخص قیامت کے دن اپنے رشتہ داروں سے اپنی بھلائی کی فکر میں بھاگے گا۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام انہیں اپنے رشتہ داروں کو چھوڑنے کی نصیحت نہیں کرتا، کیونکہ رشتہ داری کو برقرار رکھنا اسلام کا ایک انتہائی اہم پہلو ہے۔ لیکن یہ ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہر ایک کو ان کی صحیح جگہ پر رکھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض پر سمجھوتہ کیے بغیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ روایات کی پیروی کیے بغیر، مطلب کی حد سے تجاوز کیے بغیر دوسروں کے حقوق ادا کریں۔ بدقسمتی سے، کچھ بہت دور چلے جاتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ غلط محبت اور وفاداری کی وجہ سے ان اہم فرائض کو ترک کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں۔ بعض تو اپنے رشتہ داروں کی خوشنودی کی خاطر ناجائز رزق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور گناہ بھی کرتے ہیں۔ یہ عظیم واقعہ واضح طور پر ایسا کرنے کے منفی پہلو کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ دوسروں کی مدد کرے، خاص کر اپنے رشتہ داروں کی اچھی باتوں میں لیکن کبھی بھی برے کاموں میں ان کا ساتھ نہ دے، خواہ ان کے ساتھ ان کا رشتہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو، کیونکہ مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں اگر یہ اللہ کی نافرمانی کا باعث ہو۔ اعلیٰ باب 5 :المائدۃ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو‘‘۔’’

اس کے علاوہ، یہ عظیم واقعہ ان لوگوں کے درمیان پیش آئے گا جو، زیادہ تر معاملات میں، ایک شخص اپنے دوستوں کے ساتھ گہرا تعلق شیئر کرتے ہیں۔ پس اگر قیامت کے دن رشتہ داروں کا یہ انجام ہے تو کیا دوستوں کے انجام کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ باب 25 الفرقان، آیت 28:

اوہ، مجھ پر افسوس !کاش میں نے اسے دوست نہ بنایا ہوتا۔"

اس دنیا یا آخرت میں لوگ ایک دوسرے کو صحیح معنوں میں فائدہ پہنچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترجیح دیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات سب سے بڑھ کر اور اس آخری مقصد میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ باب 43 از زخرف، آیت 67:

"اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، سوائے نیک لوگوں کے"

آخرت - 19

سنن ابن ماجہ نمبر 4308 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ وہ پہلا شخص ہے جس کی شفاعت ہوگی اور وہ پہلا شخص ہے جس کی شفاعت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ دن

لہٰذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے لائق بنانے کی کوشش کرے، ان اعمال کو انجام دے جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، مثلاً اذان سن کر اس کے لیے دعا کرنا۔ سنن نسائی نمبر 679 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ گھر میں پڑھنے کے بجائے باقاعدگی سے مسجد میں پڑھے۔ سب سے بڑا عمل جو شفاعت کا باعث بنے گا وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس فرض سے انکار کر کے غفلت میں نہ رہے اور پھر قیامت کے دن شفاعت کی امید رکھے، کیونکہ یہ خواہش مندانہ سوچ کے زیادہ قریب ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سچی امید کے مقابلے میں قابل ملامت ہے اور اس کی کوئی قیمت نہیں۔

بدقسمتی سے بعض مسلمان جنہوں نے اس خواہش مندانہ سوچ کو اختیار کیا ہے وہ اس شفاعت کے ذریعے جنت حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے، اس کے احکام کی تعمیل کرتے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے اور تقدیر کا مقابلہ مقدس روایات کے مطابق صبر سے کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان مسلمانوں کو یہ جان لینا چاہیے کہ اگرچہ شفاعت ایک حقیقت ہے، لیکن بعض مسلمان جن کی شفاعت سے ان کی سزا میں تخفیف ہو جائے گی، وہ پھر بھی جہنم میں داخل ہوں گے۔ جہنم میں ایک لمحہ بھی واقعی ناقابل برداشت ہے۔ لہٰذا انسان کو خواہش مندانہ سوچ کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں عملی طور پر کوشش کرتے ہوئے حقیقی امید کو اپنانا چاہیے اور ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں ان کو پسند کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہے اور یہ گمان کرے کہ وہ اس شفاعت سے نجات پا جائیں گے، انہیں اس حقیقت کو قبول کرنا چاہیے کہ ان کی نافرمانی اور تمسخرانہ رویہ کی وجہ سے وہ اپنے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت بھی نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اس مسلمان کو قیامت کے دن اس شفاعت کو حاصل کرنے سے زیادہ مسلمان کی حیثیت سے مرنے کی فکر ہونی چاہیے جو صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص ہے۔

آخرت - 20

یہ نکتہ باب 101 القریٰ، آیات 6-9 سے مربوط ہے:

’’ پھر وہ جس کا پلڑا بھاری ہے۔ وہ خوشگوار زندگی گزارے گا۔ لیکن جس کے پلڑے ہلکے ہوں۔ اس کی پناہ ایک پاتال ہو جائے گا۔"

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اعمال کا باقاعدگی سے جائزہ لیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان سے بہتر نہیں جانتا۔ جب کوئی ایمانداری سے اپنے اعمال کا خود فیصلہ کرتا ہے تو یہ انہیں اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرنے اور اعمال صالحہ کرنے کی ترغیب دینے کی ترغیب دے گا، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ لیکن جو اپنے اعمال کا باقاعدگی سے جائزہ لینے میں ناکام رہے گا، وہ غافل زندگی گزارے گا اور وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرے گا جو انہیں دی گئی ہیں۔ یہ شخص قیامت کے دن اپنے اعمال کا تولنا بہت مشکل پائے گا۔ درحقیقت، یہ انہیں جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔

ایک ہوشیار کاروباری مالک ہمیشہ اپنے کھاتوں کا باقاعدگی سے جائزہ لے گا۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ ان کا کاروبار صحیح سمت میں ہے اور اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ تمام ضروری کاغذی کارروائی کو درست طریقے سے مکمل کریں، جیسے کہ ٹیکس ریٹرن۔ لیکن بیوقوف کاروباری مالک باقاعدگی سے اپنے کاروبار کا حساب نہیں لے گا۔ یہ منافع میں نقصان اور ان کے کھاتوں کی صحیح طریقے سے تیاری میں ناکامی کا باعث بنے گا۔ جو لوگ اپنے اکاؤنٹس کو صحیح طریقے سے حکومت کے پاس جمع کرانے میں ناکام رہتے ہیں انہیں جرمانے کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو ان کی زندگی کو مزید مشکل بنا دیتا ہے۔ لیکن نوٹ کرنے کی اہم بات یہ ہے کہ قیامت کے ترازو کے لیے کسی کے اعمال کا درست اندازہ لگانے اور اسے تیار کرنے

میں ناکامی کی سزا میں مالی جرمانہ شامل نہیں ہے۔ اس کی سزا زیادہ سخت اور واقعی ناقابل برداشت ہے۔ باب 99 زلزال، آیات 7-8:

" پس جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔

آخر میں، ایک مسلمان کو نہ صرف گناہوں کے ارتکاب سے بچنا چاہئے بلکہ انہیں ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے بھی بچنے کی کوشش کرنی چاہئے جو انہیں دی گئی ہیں فضول طریقوں سے۔ فضول کام گناہ نہیں ہو سکتے لیکن جیسا کہ وہ اعمال صالحہ نہیں ہیں اس لیے وہ قیامت کے دن پشیمانی کا باعث بنیں گے، خاص طور پر جب کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے جو فضول کام کیے ہیں اگر وہ استعمال کرتے تو وہ قیامت کے ترازو کے اچھے پہلو پر رکھ سکتے تھے۔ برکات صحیح طریقے سے بعض صورتوں میں، ترازو کے دونوں اطراف کے درمیان تھوڑا سا فرق نجات اور لعنت کے درمیان فرق ہوسکتا ہے۔

آخرت - 21

:یہ نکتہ باب 14 ابراہیم، آیت 22 سے مربوط ہے

اور شیطان کہے گا جب بات پوری ہو جائے گی، بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا، اور میں نے تم سے وعدہ کیا تھا، لیکن میں نے تم سے خیانت کی، لیکن میرا تم پر کوئی اختیار نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں دعوت دی اور تم نے قبول کیا۔ مجھ پر الزام نہ لگائیں بلکہ خود کو قصوروار ٹھہرائیں۔

یہ وہ وقت ہے جب قیامت کے دن لوگ اپنے گناہوں کا الزام شیطان پر ڈالنے کی کوشش کریں گے تاکہ اپنے عذاب کا بوجھ اس پر منتقل کر سکیں۔ لیکن یہ آیت واضح کرتی ہے کہ یہ ایک فضول اور احمقانہ عذر ہے، جیسا کہ شیطان صرف لوگوں کو گناہوں پر اکساتا ہے، وہ جسمانی طور پر کسی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مجبور نہیں کر سکتا۔ ہر شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری یا نافرمانی کا انتخاب کرتا ہے، ان نعمتوں کو صحیح یا غلط استعمال کرتے ہوئے جو اسے عطا کیا گیا ہے، اور اس لیے اسے اپنی پسند کے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بدقسمتی سے، کچھ لوگ اس اہم نکتے کو نہیں سمجھتے۔ وہ اکثر گناہ کرتے ہیں اور یا تو یہ اعلان کر کے دوسروں پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ اس طرح کے کام کرنے کے قائل ہیں یا وہ اعلان کرتے ہیں کہ جیسے دوسرے لوگ کھلم کھلا گناہ کر رہے ہیں یہ کسی نہ کسی طرح انہیں اسی طرح عمل کرنے کا لائسنس دیتا ہے۔ اسی طرح دنیاوی عدالت میں ایک جج ان عذروں کو کبھی قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان عذروں کو قبول کرے گا۔ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ثقافت یا فیشن کو اپنے طرز عمل کا معیار نہ بنائیں، کیونکہ اس سے وہ گمراہ ہوں گے اور قیامت کے دن ان کے پاس کوئی معقول عذر باقی نہیں رہے گا۔ اس کے بجائے، انہیں اسلام کی ان تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے جو صرف اس بات کا خاکہ پیش کرتی ہے کہ انسان کو تمام حالات میں کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان بچگانہ بہانوں کو ترک کریں اور خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ اس دن تک پہنچ جائیں جب اللہ تعالیٰ ان کے عذر کو قبول نہ کرے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ شیطان پر الزام لگانے والوں کے عذر کو رد کر دے گا جب کہ

وہ ان کا کھلا دشمن ہے اور انہیں گمراہ کرنے کا وعدہ کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نافرمانی کا کوئی اور عذر کیسے قبول کرے گا؟

آخرت - 22

آسمانی حوض کے بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں، جیسے کہ صحیح بخاری نمبر 6579 میں موجود ہے۔ اس میں مشورہ دیا گیا ہے کہ اس کی پوری لمبائی کو عبور کرنے میں ایک مہینہ لگتا ہے، اس کی بو خوشبو سے زیادہ اچھی ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور جو اس میں سے ایک بار پی لے اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ آخری نکتہ انتہائی اہم ہے، کیونکہ قیامت کے دن لوگوں کو شدید اور ناقابل تصور پیاس لگے گی۔ مثال کے طور پر سورج کو تخلیق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا جس کی وجہ سے لوگوں کو بہت زیادہ پسینہ آئے گا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مسلمان اس تالاب سے پینا چاہتا ہے، خواہ اس کا ایمان کتنا ہی مضبوط ہو۔ لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو صرف اس کے حصول کی امید کرنے کے بجائے خود کو اس سے پینے کے لائق بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا چاہیے، خاص طور پر ان اعمال سے جو آسمانی تالاب تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، صحیح مسلم، نمبر 5996 میں پائی جانے والی ایک حدیث میں خبردار کیا گیا ہے کہ کچھ مسلمان جنہوں نے اسلام میں بدعتیں ایجاد کیں، انہیں حراست میں لے لیا جائے گا اور آسمانی تالاب تک پہنچنے سے روک دیا جائے گا۔ سنن نسائی نمبر 4212 میں موجود ایک اور حدیث متنبہ کرتی ہے کہ جو لوگ ظالم حکمرانوں کے جھوٹ اور غلط کاموں کی حمایت اور یقین کرتے ہیں وہ آسمانی تالاب تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ لہٰذا ان مسلمانوں کے لیے جو آسمانی تالاب تک پہنچنے اور پینے کی خواہش رکھتے ہیں ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں اور اس کی مخلصانہ اطاعت میں جدوجہد کریں۔

آخرت - 23

لوگوں کو اس پل کو عبور کرنے کا حکم دیا جائے گا جو قیامت کے دن جہنم کے اوپر رکھا جائے گا۔ اسلامی تعلیمات میں اس پر بہت زیادہ بحث کی گئی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6573 میں موجود حدیث ہے۔ اس میں خبردار کیا گیا ہے کہ پل پر بہت بڑے کانٹے ہوں گے جو لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق متاثر کریں گے۔ بعض کو ان کے ذریعہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا، بعض کو پل صراط سے گزرنے سے پہلے بڑی اذیتیں دی جائیں گی، بعض کو ان کی طرف سے معمولی سی چوٹ ہی پہنچے گی اور آخر کار صالحین کو ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ صحیح مسلم کی ایک اور حدیث نمبر 455 میں متنبہ کیا گیا ہے کہ پل صراط بالوں سے تنگ اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

اس سے سیکھنے کی اہم بات یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق پل کو عبور کرے گا۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اگر وہ پل کو بحفاظت عبور کرنا چاہتے ہیں تو وہ کسی بھی فرائض میں کوتاہی نہ کریں۔ انہیں چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو ان کو عطا کی گئی ہیں ان کو اس کی خوشنودی کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ کسی کو اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اور صرف امید رکھنا چاہئے کہ وہ جادوئی طور پر بغیر کسی اثر کے پل کو عبور کریں گے۔

اس کے علاوہ انسان جس آسانی سے اس پل کو عبور کرے گا وہ اس بات کا آئینہ دار ہو گا کہ وہ اس دنیا میں اسلام کے صراط مستقیم پر کس قدر ثابت قدم رہے۔ یہ سیدھا راستہ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا راستہ ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31:

”کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا“۔

جو بھی اس راستے کو چھوڑ دے گا وہ اس پل کو کامیابی سے عبور نہیں کر سکے گا۔ سیدھے الفاظ میں، اس دنیا میں جتنا زیادہ انسان صراط مستقیم پر ثابت قدم رہے گا، قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سیکھ کر اس پر عمل کرے گا، اتنا ہی آسانی سے وہ جہنم کے پل کو عبور کر لے گا۔ روز محشر .اس دنیا میں سیدھا راستہ واضح کر دیا گیا ہے، اس لیے لوگوں کے پاس کوئی بہانہ باقی نہیں رہا۔

آخرت - 24

یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ درحقیقت ہر وہ شخص جو جہنم میں جائے گا وہ آگ لے گا، جس کا سامنا وہ جہنم میں کرے گا، اس دنیا سے اپنے گناہوں کی صورت میں۔ جب کوئی مسلمان اس حقیقت کو اپنے ذہن میں نقش کر لے گا تو وہ ہر گناہ بڑے یا چھوٹے کو ناقابل برداشت آگ کے ٹکڑے کی طرح دیکھے گا۔ جس طرح انسان دنیا میں آگ سے بچتا ہے اسے گناہوں سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ پوشیدہ آگ ہے جو اسے آخرت میں دکھائی جائے گی۔

مزید برآں، ایک مسلمان کو غافل نہیں رہنا چاہیے اور اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ وہ اس زبانی تائید کے بغیر محض اللہ تعالیٰ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اعمال کے ساتھ اعلان .اگر یہ سچ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اتنی محنت نہ کرتے اور وہ بلاشبہ اسلام اور یوم آخرت کو اپنے بعد کے لوگوں سے بہتر سمجھتے تھے۔ سیدھے الفاظ میں، عمل کے بغیر محبت کا اعلان کسی کو جہنم سے نہیں بچا سکتا۔ درحقیقت یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ بعض مسلمان قیامت کے دن جہنم میں داخل ہوں گے۔ جو مسلمان اللہ عزوجل کی مخلصانہ اطاعت کو ترک کرتا ہے، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کو اس کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے، اسے سمجھنا چاہیے۔ ان کا یہ رویہ ان کی موت سے پہلے اپنے ایمان کو کھونے کا سبب بن سکتا ہے تاکہ وہ قیامت کے دن ایک غیر مسلم کے طور پر داخل ہوں، جو کہ سب سے بڑا نقصان ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے زرہ اور ڈھال کے بغیر قیامت میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ بصورت دیگر، جس طرح اس سپاہی کو زیادہ نقصان پہنچے گا جس کے پاس کوئی حفاظت نہیں ہے، اسی طرح ایک مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر تحفظ کے دن قیامت تک پہنچے گا۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ مادی دنیا کی آسائشوں اور لذتوں سے وہ لطف اندوز ہوتے ہیں اگر وہ جہنم میں ختم ہو جائیں تو انہیں بہتر محسوس نہیں ہوگا۔ درحقیقت، یہ صرف انہیں بدتر محسوس کرے گا.

آخرت - 25

غور طلب بات یہ ہے کہ جنت میں صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے داخل ہوگا۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 5673 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر عمل صالح صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ممکن ہے، علم، الہام، قوت اور عمل کرنے کے موقع کی صورت میں۔ یہ فہم انسان کو غرور اختیار کرنے سے روکتی ہے جس سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ انسان کو جہنم میں لے جانے کے لیے صرف ایک ایٹم کی قدر کی ضرورت ہوتی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 267 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

مزید برآں، ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت، اعمال صالحہ کی صورت میں، درحقیقت ایک نور ہے جسے دنیا میں جمع کرنا ضروری ہے، اگر وہ آخرت میں رہنمائی کا نور حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان غفلت میں زندگی بسر کرتا ہے اور اس نور کو دنیا میں جمع کرنے سے گریز کرتا ہے اور ان نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کی گئی ہیں۔ اس پر ہو، پھر آخرت میں وہ اس ہدایت کی روشنی کی امید کیسے رکھ سکتے ہیں؟

تمام مسلمانوں کی خواہش ہے کہ وہ جنت میں اللہ کے سب سے بڑے بندوں جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ لیکن یہ سمجھنا ضروری ہے کہ بغیر عمل کے محض اس کی خواہش کرنے سے یہ حقیقت نہیں ہو گی، ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا کرتے۔ سیدھے الفاظ میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی جتنی زیادہ کوشش کرے گا ، آخرت میں اس کے اتنے ہی قریب ہوں گے۔ اگر کوئی دوسرا راستہ چنتا ہے جو اس دنیا میں ہے تو پھر آخرت میں اس کے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے؟

مزید برآں، اسلامی تعلیمات یہ واضح کرتی ہیں کہ جن لوگوں نے اپنے عقیدے کے زبانی اعلان عمل کے ساتھ حمایت کی انہیں جنت دی جائے گی۔ لہٰذا کسی کو دوسری صورت میں یقین کرنے میں کبھی بھی دھوکہ نہیں دینا چاہئے۔ جو شخص ان کے زبانی اعلان ایمان کی عملی تائید نہیں کرتا اسے اس بات کی زیادہ فکر کرنی چاہیے کہ وہ اپنے ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلے جائیں کیونکہ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جس کی پرورش عمل سے ہونی چاہیے ورنہ وہ مر جائے گا۔ باب 16 النحل، آیت 32:

جن کو فرشتے نیک اور پاکیزہ موت میں لے جاتے ہیں،]فرشتے [کہیں گے :تم پر سلامتی ہو۔ جنت " "میں داخل ہو جاؤ ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔

جنت کی سب سے بڑی نعمت جسمانی طور پر اللہ عزوجل کا مشاہدہ کرنا ہے جس کا ذکر صحیح بخاری کی حدیث نمبر 7436 میں موجود ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس ناقابل تصور نعمت کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے عملی طور پر اس درجہ فضیلت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو حدیث میں مذکور ہے۔ صحیح مسلم، نمبر 99 میں پایا جاتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص نماز جیسے اعمال انجام دیتا ہے، گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتا ہے، ان کو نظر انداز کر رہا ہے۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کی مستقل اور مخلصانہ اطاعت کو یقینی بناتا ہے۔ امید ہے کہ ایمان کے اس درجے کے لیے کوشش کرنے والے کو آخرت میں جسمانی طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی سعادت حاصل ہوگی۔

آخرت - 26

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ معاشرے میں جھوٹے دیوتاؤں کی عبادت عام ہونے کی ایک اہم وجہ ان کے اعمال کے لیے جوابدہ ہونے سے خود کو بری الذمہ قرار دینے کا بنیادی ارادہ ہے۔ مکہ کے غیر مسلموں نے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، یہ دعویٰ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے بتوں کی پوجا کرتے تھے، کیونکہ ان کے بت مختلف مقدس ہستیوں کی نمائندگی کرتے تھے، جیسے کہ فرشتے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور محبوب تھے۔ ان کی عبادت کرنے سے، ان کا غلط خیال تھا کہ بت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی طرف سے سفارش کریں گے، اور اس طرح انہیں ان کے اعمال کے لیے جوابدہ ہونے سے بچایا جائے گا۔ ان کی نظر میں یہ ایک مفت ٹکٹ تھا کہ وہ جو چاہیں کریں کیونکہ اس شفاعت کی وجہ سے وہ اپنے اعمال کا جوابدہ نہیں ہوں گے۔ باب 10 یونس، آیت 18:

"اور وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ ان کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں"۔

اور باب 39 از زمر، آیت 3:

’’اور جو لوگ اس کے سوا کارساز بناتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔ ‘‘بے شک اللہ ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو..."

بدقسمتی سے اسی طرح کا رویہ کچھ مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی داخل ہو گیا ہے جو ایک ایسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں جس کے تحت وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدس اور مقرب سمجھا جاتا ہو اور اسے راضی کرنے کی کوشش کرتے ہوئے انہیں تحائف، تحائف اور تحائف کے ذریعے خوش کیا جائے۔ بعض صورتوں میں، انہیں عزت اور احترام کی غیر صحت بخش سطح کا مظاہرہ کرنا۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ ان مقدس ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دنیا اور آخرت میں ان کی شفاعت حاصل ہو۔ اگرچہ دوسروں کے لیے دعا کرنا جائز ہے اور قیامت کے دن مومنین کی طرف سے شفاعت ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو ان کے اعمال کے حساب سے بری کر دیا جائے۔ دوسری صورت میں سوچنا صرف ان حقائق کا مذاق اڑانا ہے۔

اس غلط عقیدے نے بہت سے مسلمانوں کو خواہش مندانہ سوچ اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے جس کے تحت وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ کھلم کھلا اور مستقل طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر سکتے ہیں، لیکن ان مقدس ہستیوں کی شفاعت سے ہر قسم کے احتساب سے بچ جائیں گے۔ اگر یہ سچ تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب سے مقدس ترین ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں اور مدد حاصل تھی، پھر بھی وہ مسلسل اپنی جوابدہی سے ڈرتے رہے اور اس لیے اخلاص پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، جس میں نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے، جو اس کی خوشنودی کے طریقوں سے عطا کی گئی ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔

اپنے ناگزیر احتساب سے نکلنے کا راستہ تلاش کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرتے ہوئے اس کے لیے تیاری کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ، السلام علیکم بصورت دیگر انہیں ایک عظیم دن پر سخت اور مشکل احتساب کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

آخرت - 27

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ قیامت کے منکروں کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ پر یقین کرنا مشکل ہے کہ وہ لوگوں کی مٹی اور ہڈیاں اکٹھی کردے گا جو اکثر و بیشتر زمین اور دوسری چیزوں کے ساتھ بکھری ہوئی اور مل گئی ہیں۔ ، جیسے پانی، جیسے وہ لوگ جن کی لاشوں کو جلایا گیا ہے اور باقیات سمندر میں بکھری ہوئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ہر اس ذرے کے مقام سے پوری طرح باخبر ہے جو انسان بناتا ہے اور وہ ان ذرات کو ایک بار پھر اکٹھا کرنے کی طاقت اور کنٹرول بھی رکھتا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے آپ کو ان مختلف کھانوں پر غور کرنا چاہیے جو وہ کھاتے ہیں اور ان چیزوں پر غور کریں جو وہ خریدتے ہیں۔ یہ کھانے اور اشیاء مختلف حصوں سے بنتی ہیں جو دنیا کے مختلف حصوں سے اگائی اور کاشت کی جاتی ہیں۔ انہیں ایک جگہ پر اکٹھا کیا جاتا ہے تاکہ شے تیار کی جا سکے یا کھانا بنایا جا سکے، جو پھر دکان پر یا براہ راست کسی گاہک کو پہنچایا جاتا ہے۔ اگر انسان کسی چیز کو تیار کرنے یا کھانے کی ڈش بنانے کے لیے دنیا بھر کے مختلف اجزا اور پرزے جمع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو پھر تعجب کی کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قادر ہے، ان ذرات کو اکٹھا کرے گا۔ ایک شخص کا انہیں دوبارہ زندگی دینے کے لیے، بالکل اسی طرح جیسے اس نے انہیں پہلی بار زندگی دی تھی۔ اس عمل سے کوئی غلطی نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی منفرد خصوصیات جیسے کہ ان کے ڈی این اے اور انگلیوں کے نشانات سے پوری طرح واقف ہے۔ باب 75 القیامۃ، آیات 3-4:

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے؟

آخرت - 28

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایک عام رویہ جو اکثر غیر مسلموں میں پایا جاتا ہے مسلمانوں میں بھی ظاہر ہو گیا ہے۔ جو لوگ روزِ جزا پر یقین نہیں رکھتے وہ اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر یہ حقیقی بھی ہوتا تو وہ اس دن اللہ تعالیٰ سے صلح کر لیں گے۔ بدقسمتی سے، اس رویے نے بہت سے مسلمانوں کو بھی متاثر کیا ہے جو عملی طور پر قیامت کے دن کی تیاری سے منہ موڑ لیتے ہیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صرف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے صلح کر لیں گے۔ اس یقین کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ یہ رویہ قیامت کے دن کامیابی کا باعث بنے گا یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناقابل یقین حد تک بے عزتی اور گھٹیا عقیدہ اختیار کرے۔ وہ اس بات پر یقین کرنے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نظر انداز کرنے والے اور ان کی خواہشات کی پیروی کرنے والے کے ساتھ نیکی کرنے والے کے برابر سلوک کرے گا، جس نے ان نعمتوں کا استعمال کیا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی تھیں۔ اگر کوئی دنیوی جج اس طرح کا برتاؤ کرتا ہے تو ان پر بہت زیادہ تنقید کی جائے گی اور یہاں تک کہ ان کے عہدے سے بھی برطرف کیا جائے گا، کیونکہ یہ سراسر انصاف کے منافی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سب عادل ہے، ایک مسلمان کیسے اس پر ایمان لا سکتا ہے اور اس کی طرف اس طرح کے منفی رویہ کو منسوب کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا مخلوق پر اپنی لامحدود رحمت نازل کرنا ایک چیز ہے لیکن نافرمانی پر اڑے رہنے والوں اور دوسروں کو نقصان پہنچانے والوں کو اپنے اعمال کے نتائج سے بچنے کی اجازت دینا سراسر ظلم ہے، جو اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا۔

اس کے علاوہ اگر اللہ تعالیٰ سب کو معاف کرنے والا تھا، خواہ اس کے اعمال کچھ بھی ہوں، تو اس سے اس دنیا کی زندگی بے مقصد ہوجاتی ہے، کیونکہ اس دنیا کا مقصد نیکی کرنے والوں اور نہ کرنے والوں میں فرق کرنا ہے۔ .بے مقصد چیزیں پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی لامحدود عظمت، عظمت اور حکمت کو براہ راست چیلنج کرتا ہے۔ جو شخص اس پر ایمان رکھتا ہے وہ اس کی طرف ایسی احمقانہ بات کیسے منسوب کر سکتا ہے؟

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، ایک مسلمان کو کبھی بھی اس غلط عقیدے سے بیوقوف نہیں ہونا چاہیے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ساتھ صلح کر لیں گے۔ اعمال کی جگہ یہ دنیا ہے جبکہ جزا و سزا صرف نتائج کی جگہ ہے۔ لہٰذا ان عواقب کے لیے تیاری کرنی چاہیے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ باب 30 اروم، آیت 57:

"پس اس دن ان کا عذر ان لوگوں کو فائدہ نہیں دے گا جنہوں نے ظلم کیا اور نہ ہی ان سے اللہ کو راضی کرنے کا کہا جائے گا۔"

اور باب 45 الجثیہ، آیت 21:

"یا جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا بنا دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے -]انہیں [ان کی زندگی اور موت میں برابر کر دیں گے؟ برا ہے وہ جس کا وہ فیصلہ کرتے ہیں۔"

آخرت - 29

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایسے بہت سے عوامل ہیں جو ایک مسلمان کو عملی طور پر قیامت کے دن کی تیاری کرنے سے روکتے ہیں، جن میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ السلام علیکم، لیکن اس سے زیادہ لطیف عوامل میں سے صرف ایک پر بات کی جائے گی۔

اس دنیا میں زیادہ تر معاملات میں جو شخص کسی خاص کام یا سرگرمی میں ناکام ہو جاتا ہے اسے دوسرا موقع دیا جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں، دوسرا موقع براہ راست ہوتا ہے، جیسے کہ ناکام ڈرائیونگ ٹیسٹ دوبارہ دینا، اور دوسری صورتوں میں دوسرا موقع بالواسطہ ہوتا ہے، جیسے طلاق یافتہ کی کسی اور سے شادی۔ دوسرے امکانات کا تصور مذہبی معاملات میں بھی لاگو ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، ہر کوئی موت کی بہن کا تجربہ کرتا ہے :نیند، اور ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو ایک اور موقع دیا جاتا ہے کہ وہ خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، جب ان کے بیدار ہونے پر ان کے لیے زندگی بحال ہو جاتی ہے۔ باب 39 از زمر، آیت 42:

" اللہ تعالیٰ روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جو نہیں مرتے ان کی روحیں ان کی نیند میں قبض کرتا ہے، پھر جن کے لیے موت کا فیصلہ کیا ہے ان کو روکتا ہے اور باقیوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے چھوڑ دیتا ہے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے جو سوچتے ہیں۔"

دوسرے مواقع کا یہ تصور اکثر ایک مسلمان کے ذہن میں اس طرح نقش ہو جاتا ہے کہ لاشعوری طور پر وہ ایسا برتاؤ کرنے لگتا ہے کہ اگر وہ اس کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام رہے تو انہیں قیامت کے دن دوسرا موقع دیا جائے گا۔ یہ شیطان کا ایک لطیف فریب اور چال ہے جس سے

بچنے کے لیے ایک مسلمان کو احتیاط کرنی چاہیے۔ یہ اس قدر لطیف ہے کہ کوئی شخص اس کو سمجھے بغیر عملی طور پر اس طرح برتاؤ کر سکتا ہے، صرف اس لیے کہ وہ اس گمان میں ہیں کہ جس طرح انہیں اس دنیا میں دوسرا موقع ملا ہے، اسی طرح انہیں قیامت کے دن بھی مل جائے گا۔

اس لطیف فریب کا مقابلہ کرنے کا بہترین طریقہ اپنے ایمان کو مضبوط کرنا ہے۔ یہ صرف قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے، تاکہ انسان ہر وقت روزِ حشر کے لیے عملی طور پر تیاری پر ثابت قدم رہے، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دی گئی ہیں۔ باب 31 لقمان، آیت 33:

"... بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، لہٰذا دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور دھوکے باز [یعنی شیطان] سے اللہ کے بارے میں دھوکہ نہ کھائے۔"

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل اور صحابہ کرام پر درود و سلام ہو۔

اچھے کردار پر 400 سے زیادہ مفت ای بکس

400 سے زیادہ مفت ای بکس: https://shaykhpod.com/books/
eBooks/AudioBooks کے لیے بیک اپ سائٹ:
https://archive.org/details/@shaykhpod

شیخ پوڈ ای بکس کے براہ راست پی ڈی ایف لنکس:
https://spebooks1.files.wordpress.com/2024/05/shaykhpod-books-direct-pdf-links-v2.pdf

https://archive.org/download/shaykh-pod-books-direct-pdf-links/ShaykhPod%20Books%20Direct%20PDF%20Links%20V2.pdf

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

آڈیو بکس: https://shaykhpod.com/books/#audio
روزانہ بلاگز: https://shaykhpod.com/blogs/
تصویریں: https://shaykhpod.com/pics/
جنرل پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/general-podcasts/
PodWoman: https://shaykhpod.com/podwoman/
PodKid: https://shaykhpod.com/podkid /
اردو پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/urdu-podcasts/
لائیو پوڈکاسٹ: https://shaykhpod.com/live/

ڈیلی بلاگز، ای بکس، تصویروں اور پوڈکاسٹوں کے لیے گمنام طور پر واٹس ایپ چینل کو فالو کریں:
https://whatsapp.com/channel/0029VaDDhdwJ93wYa8dgJY1t

ای میل کے ذریعے روزانہ بلاگز اور اپ ڈیٹس حاصل کرنے کے لیے سبسکرائب کریں:
http://shaykhpod.com/subscribe

Achieve Noble Character